ماہنامہ

محدث

بنارس

مئی وجون ۲۰۲۳ء ◆ شوال وذوالقعدہ ۱۴۴۴ھ

حج کی فرضیت میں انسانی اقدار کی قدر ومنزلت ۲
حج وقربانی کے پیغام ۶
قربانیوں سے عبارت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی ۱۱
حج کے اہداف ومقاصد ۲۰
قربانی ایک عظیم عبادت ۳۰

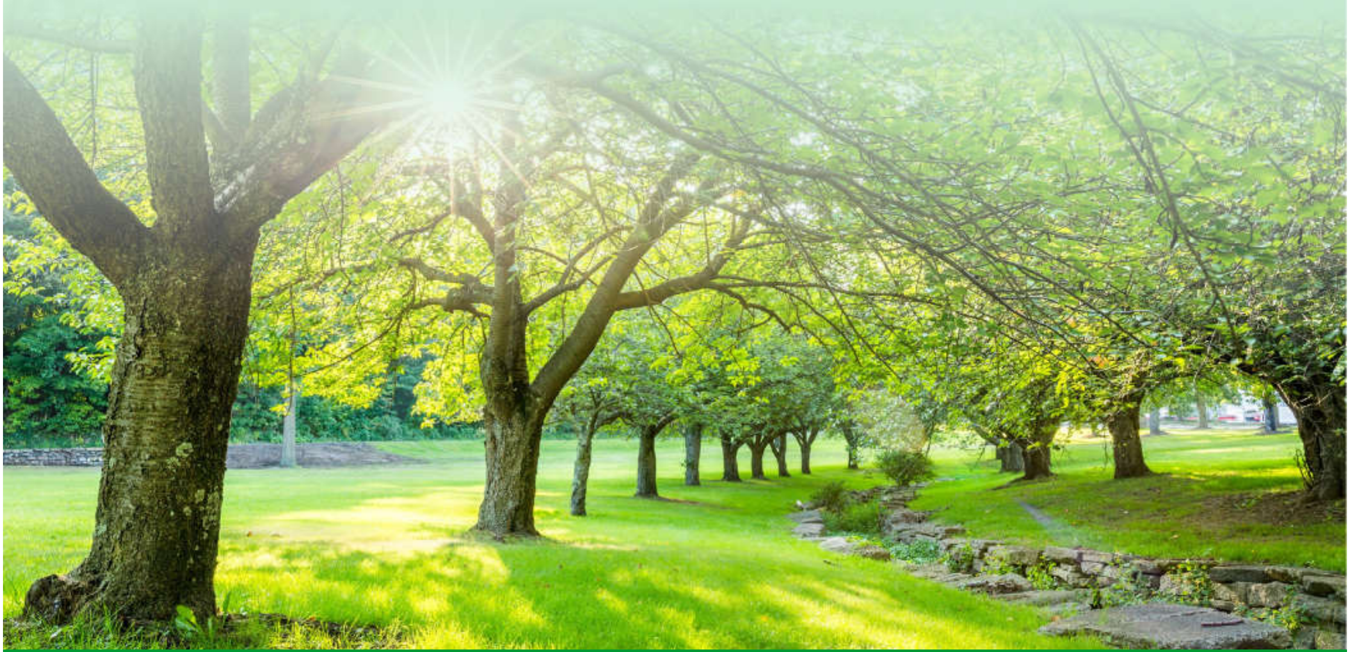

دار التالیف والترجمہ، بنارس، الہند

دینی، علمی، اصلاحی اور تحقیقی ماہنامہ

مجلہ محدث بنارس

جلد: ۴۰
شمارہ: ۵-۶

شوال وذی القعدہ
۱۴۴۴ھ
مئی وجون ۲۰۲۳ء

سرپرست
عبداللہ سعود سلفی

مدیر
محمد ایوب سلفی

معاون مدیر
اسرار احمد ندوی

مجلس مشاورت
مولانا محمد مستقیم سلفی
مولانا محمد ابوالقاسم فاروقی
مولانا صلاح الدین مقبول مدنی
مولانا محمد یونس مدنی
ڈاکٹر عبدالصبور ابوبکر مدنی

اس شمارہ میں

۱-حج کی فرضیت میں انسانی اقدار......	عبداللہ سعود	۲
۲-عیب دار جانور اور ان کی قربانی	ڈاکٹر عبدالحلیم بسم اللہ	۴
۳-حج وقربانی کے پیغام	مدیر	۶
۴-قربانیوں سے عبارت......	عبدالعلیم سلفی	۱۱
۵-حج کے اہداف ومقاصد	مجیب الرحمٰن سلفی	۲۰
۶-قربانی ایک عظیم عبادت	ابوصالح دل محمد سلفی	۳۰
۷-غیبت کی مذمت	محمد محب اللہ	۳۴
۸-شیخ محمد رحمہ اللہ ہمیشہ یاد آئیں گے	محمد ایوب سلفی	۴۱
۹-شیخ محمد: میرے اور میرے والد......	فرحان سعید	۴۴
۱۰-اخبار جامعہ	مولانا ابوصالح دل محمد سلفی	۴۷
۱۱-باب الفتاویٰ	مولانا نورالہدیٰ سلفی	۵۳

بدل اشتراک سالانہ

ہندوستان:	300	روپئے
خصوصی تعاون:	1000	روپئے
بیرون ممالک:	50	ڈالر امریکی
فی شمارہ:	30	روپئے

ارسال کا پتہ

اشتراک کے لیے ڈرافٹ مندرجہ ذیل نام سے بنوائیں

Name: **DAR-UT-TALEEF WAT-TARJAMA**
Bank: **INDIAN BANK,** KAMACHHA, VARANASI
A/cNo.2**1044906358**
IFSC Code: IDIB000V509

Darut Taleef Wat Tarjama, B.18/1-G, Reori Talab, Varanasi - 221010

www.mohaddis.org

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

درس قرآن

حج کی فرضیت میں انسانی اقدار کی قدر ومنزلت

عبداللہ سعود

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يَسْأَلُونَكَ عَنِ الأَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِن ظُهُورِهَا وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقَى وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ. (سورۂ بقرہ:۱۸۹)

لوگ آپ سے چاند کے بارے میں سوال کرتے ہیں (کہ یہ چھوٹا بڑا کیوں ہوتا ہے) آپ کہہ دیجئے کہ یہ لوگوں کے لئے (تاریخوں کے تعین) اور حج (کے موسم کی جانکاری) کے لئے ہے اور یہ نیکی نہیں ہے کہ تم گھروں کے پیچھے سے آؤ۔ نیکی تو اصل یہ ہے کہ آدمی متقی بنے، لہٰذا گھروں میں دروازے ہی سے آیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ کامیاب رہو۔

اللہ تعالیٰ حکیم ہے، نظام کائنات میں حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ پہلے زمانہ میں جب گھڑی و کیلنڈر نہیں ہوا کرتا تھا تو لوگ چاند سے موسم کا تعین کیا کرتے تھے اور مختلف موسم میں کام کو متعین کر رکھا تھا۔ قرآن مجید میں رحلة الشتاء والصيف جاڑے اور گرمی کے سفر کا ذکر موجود ہے۔ حج کے مہینے بھی متعین تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے یہ ضابطہ رائج تھا کہ ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم تین مہینے حج کے لئے مختص تھے اور رجب کا مہینہ عمرہ کے لئے خاص تھا۔ ان چار مہینوں میں قتل وفساد ممنوع تھا تاکہ حجاج امن کے ساتھ اللہ کے گھر کی زیارت کر کے اپنے گھروں کو لوٹ جائیں۔ ان چار مہینوں کو شہر حرام حرمت والے مہینہ کہا جاتا تھا۔

قرآن مجید میں ہے: إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْراً فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَات وَالأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ فَلاَ تَظْلِمُواْ فِيهِنَّ أَنفُسَكُمْ (سورۂ توبہ:۳۶) مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک لوح محفوظ میں اس دن سے بارہ ہے جب اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے۔ ان میں چار حرمت والے مہینے ہیں، یہی ٹھیک ضابطہ ہے لہٰذا ان چار مہینوں میں اپنے اوپر ظلم نہ کرو۔

مکہ والے اپنے مفاد کے لئے مہینوں کو آگے پیچھے یا ڈبل کر کے بڑھا کر بدل دیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا یہ ضابطہ اول دن سے ہے اسی پر قائم رہو۔

الشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمَاتُ قِصَاصٌ (سورۂ بقرہ:۱۹۴) ماہ حرام کا بدلہ ماہ حرام ہی ہوگا اور تمام حرمتوں کا لحاظ برابری کے ساتھ ہوگا۔ یعنی ہم ماہ حرام کو دوسرے ماہ سے نہیں بدل سکتے یا ماہ حرام کو آگے کرنے کے لئے کسی ماہ کو ڈبل کر دیں۔ یہ غلط ہے جیسا کہ کفار مکہ کیا کرتے تھے۔

محمد ﷺ کو اللہ نے اپنا آخری پیغمبر بنایا اور دین اسلام کی تکمیل آپ کے ذریعہ کی۔ آپ کی عمر کے ترسٹھویں سال میں

آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے حج کیا۔اس سے پہلے اسلام میں ایک رکن کی حیثیت سے حج فرض نہیں ہوا تھا۔سن ۹ رہجری میں فرض ہوا۔آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مسلمانوں کو حج کے لئے بھیجا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ذریعہ منیٰ میں اعلان کرایا کہ آئندہ سال سے مشرکین حج نہ کریں اور کوئی ننگا ہوکر طواف نہ کرے۔پھر سن ۱۰ ہجری میں آپ ﷺ نے خود صحابۂ کرام کے ساتھ حج کیا۔اب تک کی مسلمانوں کی سب سے بڑی تعداد آپ کے ساتھ تھی۔اس حج کے موقع پر منیٰ میں دس ذی الحجہ کو حج اکبر والے دن صحابۂ کرام سے مخاطب ہوکر سوال کیا تھا۔

يا أيها الناس أي يوم هذا، قالوا: يوم حرام.. الخ (صحیح بخاری:۱۶۵۲)اے لوگو! یہ کون سا دن ہے؟ صحابہ نے جواب دیا یوم حرام ہے، پھر سوال کیا یہ کون سا شہر ہے؟ جواب دیا بلد حرام حرمت والا شہر ہے۔پھر پوچھا کون سا مہینہ ہے؟ لوگوں نے کہا شہر حرام حرمت والا مہینہ ہے، پھر آپ نے فرمایا کہ تمہارا خون، تمہارا مال اور تمہاری عزت تمہارے درمیان آپس میں حرام ہے (یعنی ایک مسلمان اپنے بھائی کے خون، مال اور عزت وناموس کی حفاظت کرے کیوں کہ) یہ تم پر ایسے ہی حرام اور قدر والی ہیں جیسے آج کے حرمت والے دن، حرمت والے شہر ومقام اور حرمت والے مہینہ کی قدر ہے۔آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے اس کو بار بار دہرایا پھر اپنا سر آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا اے اللہ کیا ہم نے پہنچا دیا، کیا ہم نے پہنچا دیا۔حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام کی اپنی امت کے لئے وصیت ہے۔تو ہر حاضر شخص کو جو حاضر نہیں ہے اس تک پہنچانا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ نے پھر فرمایا: اَلْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَاتٌ فَمَن فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلاَ رَفَثَ وَلاَ فُسُوقَ وَلاَ جِدَالَ فِيْ الْحَجِّ (سورۂ بقرہ:۱۹۷) حج کے مہینے معلوم ہیں پس جو کوئی ان مہینوں میں حج کا پروگرام بنائے تو یاد رکھے کہ حج میں رفث کا کام، فسق کی باتیں اور آپس میں جھگڑا لڑائی ممنوع ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: من حج فلم يرفث ولم يفسق رجع كيوم ولدته أمه. (بخاری:۱۸۱۹، مسلم:۴۳۸) جو حج بیت اللہ کرے، رفث وفسوق سے بچے تو وہ حج سے ایسے لوٹتا ہے جیسے اس کی ماں نے پیدا کیا تھا، یعنی گناہوں وآلائشوں سے پاک ہوکر۔

مسلمانوں کو چاہئے کہ حج کو ادا کرنے میں ان باتوں کا خیال رکھیں اور جو ہدایات اور نصیحت کی باتیں اللہ اور اس کے رسول کے ذریعہ بتائی گئی ہیں ان پر ضرور عمل کریں۔اس لئے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت فرض ہے۔ان کو نظر انداز کرنے اور اپنی خواہشات پر عمل سے نیکیاں برباد ہوجایا کرتی ہیں۔اللہ حفاظت فرمائے۔آمین

☆☆☆

درس حدیث

عیب دار جانور اور ان کی قربانی

ڈاکٹر عبدالحلیم بسم اللہ

عن عبيد بن فيروز قال: سألت البراء بن عازب ما لا يجوز في الأضاحي؟ فقال: قام فينا رسول الله ﷺ وأصابعي أقصر من أصابعه، وأناملي أقصر من أنامله، فقال: أربع لا تجوز في الأضاحي، فقال: العوراء بين عورها، والمريضة بين مرضها، والعرجاء بين ظلعها، والكسير التي لا تنقي. قال: قلت: فإني أكره أن يكون في السن نقص، قال: ما كرهت فدعه، ولا تحرّمه على أحد.

(سنن أبي داود، حديث نمبر: ۲۸۰۲، وصححه الألباني رحمه الله)

عبید بن فیروز بیان کرتے ہیں کہ میں نے صحابی رسول البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کن جانوروں کی قربانی ناجائز ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور انہوں نے اپنی انگلیوں سے اشارہ کر کے فرمایا اس حال میں کہ میری انگلیاں ان کی انگلیوں سے چھوٹی تھیں اور اسی طرح میری انگلیوں کی پوران کی انگلیوں کی پور سے چھوٹی تھی، آپ نے فرمایا: چار قسم کے جانوروں کی قربانی ناجائز ہے۔(۱) وہ جانور جس کی آنکھ میں بھینگا پن ہو اور اس کا بھینگا پن بالکل واضح اور ظاہر ہو۔(۲) وہ جانور جو بیمار ہو اور اس کی بیماری بالکل صاف واضح ہو۔(۳) وہ جانور جو لنگڑا ہو اور اس کا لنگڑا پن بالکل ظاہر ہو۔(۴) وہ جانور جس کی ہڈی ٹوٹی ہوئی ہو اور وہ بہت کمزور ہو اور اس کی ہڈیوں میں گودا باقی نہ رہ گیا ہو۔

محترم قارئین! قربانی ایک عظیم عبادت ہے اور اسلامی شعائر میں سے ایک عظیم شعیرہ ہے اس کے ذریعہ ایک مسلمان اپنے خالق اپنے رب سے تقرب حاصل کرتا ہے اور اس کی خوشنودی اور رضا جوئی حاصل کرتا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ تقرب الٰہی کے لئے جو جانور وہ ذبح کرے اور اللہ کی بارگاہ میں پیش کرے وہ عیوب اور نقائص سے پاک ہو، وہ جانور اللہ کے رسول کی بتائی ہوئی سنت کے مطابق ہو، چنانچہ صحابی رسول البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے جب ان کے شاگرد عبید بن فیروز نے استفسار کیا تو آپ نے ان کو نبی کریم ﷺ کی حدیث پڑھ کر سنا دی اور جس کیفیت اور حالت میں انہوں نے اپنے کانوں سے رسول ﷺ کو قربانی سے متعلق باتوں کو فرماتے ہوئے سنا تھا اس کیفیت کو بھی بیان کر دیا تاکہ سائل کے دل میں کسی قسم کا شک وشبہ اس مسئلہ سے متعلق نہ رہ جائے، چنانچہ انہوں نے فرمایا: نبی کریم ﷺ نے قربانی کن کن جانوروں کی ناجائز ہوگی اس کے بارے میں آپ نے کھڑے ہو کر بیان کیا اور اپنی انگلیوں سے اشارہ کر کے فرمایا کہ وہ چار عیوب ہیں جن کی وجہ سے قربانی ناجائز ہے۔

پہلا عیب: جانور کا بھینگا ہونا جو بالکل واضح ہو، خواہ یہ عیب ایک آنکھ میں ہو یا دونوں آنکھ میں، بشرطیکہ وہ ظاہر ہو ایسی

صورت میں اس جانور کی قربانی ناجائز ہوگی لیکن اگر بھینگا پن ظاہر نہ ہوتو اس میں کوئی حرج نہیں۔

دوسرا عیب: جانور کا مریض ہونا اور اس کا مرض بالکل واضح ہو جو اس کی صحت اور گوشت پر اثر انداز ہو۔

تیسرا عیب: جانور کا لنگڑا ہونا، خواہ یہ لنگڑا پن ایک پیر میں ہو یا ایک سے زائد میں ہو بشرطیکہ اس کا لنگڑا پن دیکھنے والے پر فوراً ظاہر ہو جائے، اگر ہلکا پھلکا ہے اور بہت ہی معمولی ہے جسے دیکھنے والا محسوس نہیں کر پاتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

چوتھا عیب: جانور کا کوئی عضو ٹوٹ گیا ہو یا بہت ہی زیادہ کمزور اور لاغر ہو گیا ہو کہ جس کی وجہ سے اس کی ہڈیوں کا گودا سوکھ گیا ہو۔

مندرجہ بالا چار عیوب میں ایک بنیادی شرط یہ ہے کہ وہ عیب بالکل واضح اور ظاہر ہو، اگر کسی جانور کا عیب مخفی اور پوشیدہ ہو تو اس کے جائز ہونے میں کوئی شک نہیں ہے کیونکہ جواز اور عدم جواز میں بنیادی شرط یہ ہے کہ وہ عیب بالکل ظاہر اور واضح ہو اور ہر دیکھنے والے کو وہ عیب فوراً معلوم ہو جائے۔ چنانچہ حدیث کے اخیر میں عبید بن فیروز نے کہا کہ میں ناپسند کرتا ہوں کہ جانور کی عمر میں کچھ نقص ہو اور بعض روایتوں میں ہے کہ کان میں یا آنکھ میں کوئی کمی ہو تو البراء بن عازب رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا جسے تم ناپسند کرتے ہو اسے چھوڑ دو اور اسے دوسروں پر حرام نہ کرو۔ یعنی تحلیل وتحریم کا اختیار صرف اور صرف اللہ اور اس کے رسول کو ہے کوئی شخص اپنی پسند اور ناپسند کی بنیاد پر کسی چیز کو حرام نہیں کر سکتا ہے۔

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ اپنی قربانی پیش کرتے ہوئے کتاب وسنت میں مذکور احکام کی پابندی کرے، اس طور پر کہ اس کے دل میں اخلاص ہو، اللہ کے رسول کی سنت کی متابعت ہو، جانور کے اختیار میں اچھے سے اچھا، خوبصورت، تندرست، عیوب سے پاک جانور کا انتخاب کرے کیونکہ عیب دار چیزوں کو خود انسان اپنے لئے نہیں پسند کرتا ہے تو اللہ کے لئے کیسے اسے پسند کر سکتا ہے۔ اللہ سے تقرب حاصل کرنے کے لئے اسے اپنا حلال اور پاک مال استعمال کرنا چاہئے۔ قربانی سے متعلق ان چیزوں کا ہمیں پاس ولحاظ رکھنا چاہئے۔

حدیث سے ماخوذ مسائل:

۱- قربانی اسلامی شعائر میں سے ایک شعیرہ ہے، ہر مسلمان کو اس کا اہتمام کرنا چاہئے۔

۲- قربانی ایک عبادت ہے جس میں اخلاص اور رسول اللہ ﷺ کی متابعت لازمی اور ضروری ہے۔

۳- وہ عیوب جن کی وجہ سے قربانی ناجائز ہے چار ہیں: ظاہری بھینگا پن، ظاہری بیماری، ظاہری لنگڑا پن، ظاہری ٹوٹ پھوٹ اور کمزوری

۴- مندرجہ بالا عیوب اگر واضح اور ظاہر نہ ہوں بلکہ مخفی ہوں تو ایسے مخفی عیوب کے باوجود قربانی جائز ہوگی۔

۵- کتاب وسنت کے نصوص کی روشنی میں کسی چیز کے جائز اور ناجائز ہونے کا فیصلہ کیا جائے گا۔

۶- کسی بھی انسان کی اپنی رائے اور پسند کی وجہ سے کوئی چیز حلال وحرام نہیں ہوگی۔

۷- قربانی کا جانور ہر قسم کے ظاہری عیوب سے پاک ہو، موٹا تازہ ہو، خوبصورت اور تندرست ہو اور حلال کمائی کا ہو۔

رب العالمین سے دعا ہے کہ ہمیں قربانی کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری قربانی کو شرف قبولیت بخشے، آمین۔ ☆☆

حج وقربانی کے پیغام

مدیر

حج اسلام کا ایک عظیم رکن اور اہم فریضہ ہے جو صاحب استطاعت پر فرض ہے۔نماز وروزہ صرف بدنی عبادات ہیں اور زکوٰۃ صرف مالی عبادت ہے، جبکہ حج بدنی ومالی دونوں طرح کی عبادات کا مجموعہ ہے۔ حج کے جتنے ارکان واعمال ہیں سب کے سب توحید ربانی کا مظہراور آئینہ دار ہیں۔ حج کے بیشتر اعمال پیغمبر اسلام حضرت ابراہیم علیہ السلام اوران کی ذریت کی عظیم قربانیوں کی یادگار ہیں۔ دنیاکے سارے مسلمان حج کرنے کے لئے خانۂ کعبہ کا رخ کرتے ہیں جو زمین پر اللہ کا پہلا گھر ہے، جس کی تعمیر صرف اور صرف اللہ کی عبادت وبندگی کرنے کے لئے ہوئی ہے۔طوفان نوح کی ویرانی کے بعد خانۂ کعبہ کی تعمیر سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام اوران کے ذبیح بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کی اور تعمیر کعبہ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اعلان پر پوری دنیا سے لوگ خانۂ کعبہ کا رخ کرنے لگے۔ارشاد ربانی ہے: وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَن لَّا تُشْرِكْ بِي شَيْئاً وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ. وَأَذِّن فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالاً وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ. لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ (الحج:۲٦-۲۸) اور جبکہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو کعبہ کے مکان کی جگہ مقرر کردی (بیت اللہ کی جگہ بتادی) اس شرط پر کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اور میرے گھر کو طواف قیام ورکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک وصاف رکھنا اور لوگوں میں حج کی منادی کردے لوگ تیرے پاس پاپیادہ بھی آئیں گے اور دبلے پتلے اونٹوں پر بھی دور دراز کی تمام راہوں سے آئیں گے تاکہ اپنے لئے فائدہ حاصل کریں اوران مقررہ دنوں میں اللہ تعالیٰ کا نام یاد کریں۔

یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کی نشانی ہے کہ مکہ کے پہاڑ کی چوٹی سے بلند ہونے والی یہ نحیف آواز دنیا کے کونے کونے میں پہنچ گئی اور پوری دنیا سے جوق در جوق آج تک لوگ بیت اللہ کا رخ کررہے ہیں اور فریضۂ حج ادا کرکے اللہ تعالیٰ سے اپنی والہانہ محبت وشیفتگی کا اظہار کرتے ہیں۔

بلاشبہ حج دینی ودنیاوی دونوں فوائد کا جامع ہے۔اللہ تعالیٰ کا یہ قول: لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ تاکہ اپنے لئے فائدہ حاصل کریں، حج کے دینی فوائد بالکل واضح ہیں۔ایک مسلمان حج مبرور یعنی مقبول حج کرلیتا ہے اور دوران حج لغو ورفث فسق وفجور اور گناہوں سے اجتناب کرلیتا ہے اور حج کے بعد بھی ارتکاب معاصی سے بچنے کا عزم مصمم کرلیتا ہے تو فرمان رسول ﷺ اس پر صادق آتا ہے: عن أبي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ: من حج هذا البيت

فلم يرفث ولم يفسق رجع كما ولدته أمه. (متفق عليه) جس نے اس گھر (خانۂ کعبہ) کا حج کیا نہ بیہودگی کی اور نہ گناہوں کا ارتکاب کیا تو وہ اس طرح پاک وصاف ہوکر لوٹے گا جس طرح وہ اس وقت تھا جس وقت اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔

اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "الحجة المبرورة ليس لها جزاء إلا الجنة، العمرة إلى العمرة كفارة لما بينهما". (متفق علیہ) مبرور ومقبول حج کا بدلہ جنت کے سوا اور کچھ نہیں اور ایک عمرہ دوسرے عمرہ کے درمیان تک کے گناہوں کا کفارہ ہے۔

ایک مومن ومسلمان کا مقصد اصلی حصول جنت اور آخرت کی کامیابی ہے۔ اگر کسی نے حج کے سارے ارکان خوش اسلوبی کے ساتھ ادا کر لئے اور مطلوب طریقے پر فریضۂ حج کو ادا کرلیا اور حج کے بعد اپنے آپ کو گناہوں، فسق وفجور اور اللہ کی نافرمانی سے بچائے رکھا تو یقیناً اس کے لئے جنت ہے اور یہ بہت بڑی اخروی کامیابی ہے۔

حج کے بے شمار دنیوی فوائد بھی ہیں، اس کی حکمتوں اور اسرار پر علماء کرام نے گفتگو کی ہے، ان حکمتوں اور اسرار ورموز کو ملخصاً ومختصراً ذکر کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

اسلام اتحاد ویگانگت کی تعلیم دیتا ہے۔ اسلام کا منشا یہ ہے کہ دنیا کے سارے مسلمان ملت واحدہ بن کر زندگی گزاریں۔ ارشاد ربانی ہے: إِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ (الانبیاء: ۹۲) یہ تمہاری امت ہے جو حقیقت میں ایک ہی امت ہے اور میں تم سب کا پروردگار ہوں، پس تم میری ہی عبادت کرو۔

سال میں ایک بار ایک مقام پر پوری دنیا سے مسلمان اکٹھے ہوکر اپنے ملت واحدہ ہونے کا ثبوت دیتے ہیں، ایک دوسرے سے متعارف ہوتے ہیں، تہذیب وتمدن کا تبادلہ ہوتا ہے، ایک دوسرے کے احوال وکوائف کا علم ہوتا ہے۔ اس طرح دنیا کے تمام مسلمانوں کی آپسی محبت وہمدردی میں استحکام پیدا ہوتا ہے گویا تمام عالم اسلام کے اندر دینی وتہذیبی رابطے کو مضبوط کرنے، مختلف قوموں، مختلف نسلوں، مختلف زبانوں، مختلف رنگوں اور مختلف ملکوں کے اشخاص کو دین واحد کی وحدت میں پرونے کے لئے اللہ تعالیٰ نے صاحب استطاعت پر حج کو فرض قرار دیا ہے۔

حج انسانی مساوات کا ایک بڑا مظہر ہے۔ شاہ وگدا سب احرام کے ایک ہی کپڑے میں نظر آتے ہیں، سب کا مطمح نظر ایک ہی مقام، ایک ہی مقصد اور ایک ہی اللہ ہوتا ہے۔ دنیا کے کونے کونے سے ایک ہی لباس میں ملبوس ہوکر مسلمان بیت اللہ کی طرف کشاں کشاں چلے آتے ہیں۔ تمام مسلمانوں کا مقصد اللہ رب العالمین کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرنا، ایک رب کو راضی کرنا اور اسلام کی سربلندی کو ظاہر کرنا ہوتا ہے۔ حج عالمگیر اتحاد اسلامی کا بھی بہترین مظہر ہے۔ دنیا کے بہت سارے مسلمان ایک مقام پر اکٹھا ہوتے ہیں، ایسے مقام پر جہاں سے نبیوں کی یادگاریں وابستہ ہیں، ان کی عظیم قربانیوں کا ذکر خیر وابستہ ہے، یہ ساری یادگاریں حجاج کرام کے دلوں میں تازہ ہوجاتی ہیں جس کی وجہ سے ان کے ایمان ویقین میں تازگی آتی

ہے، اللہ کی وحدانیت اور عظیم طاقت وقدرت پر یقین پختہ ہوتا ہے۔ جب مسلمان اپنے اپنے میقات سے احرام باندھ کر اور تلبیہ کا کلمہ اپنی زبان سے ادا کرتے ہوئے مکہ کی طرف روانہ ہوتے ہیں تو یہ عجیب روح پرور منظر ہوتا ہے۔

"لبيك اللهم لبيك لا شريك لك لبيك، إن الحمد والنعمة لك والملك لا شريك لك"(متفق علیہ) میں حاضر ہوں اے میرے رب، میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں ہے، بے شک ہر قسم کی تعریف اور تمام نعمتیں تیرے لئے ہیں اور ساری بادشاہی بھی، تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔

توحید پر مبنی یہ کلمہ حاجیوں کی زبان سے ادا ہوتے ہوتے بڑا دلفریب منظر پیش کرتا ہے۔ حجاج کرام جب مکہ پہنچتے ہیں تو سب سے پہلے اللہ کے گھر کا طواف کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ دنیا کا واحد گھر ہے جس کا طواف عبادت ہے، مطلوب ہے اور حج وعمرہ کا لازمی جز ہے۔ طواف کے دوران حجر اسود کا بوسہ لینا بھی ایک مسنون ومستحب عمل ہے۔ اس کا مقصد نبی کریم ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری ہے اور کوئی دنیوی غرض ومقصد نہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کے مجمع میں حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے کہا تھا: "إني أعلم أنك حجر لا تضر ولا تنفع ولولا أني رأيت رسول الله ﷺ يقبلك ما قبلتك" (متفق علیہ) میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے، تو نہ کسی کو نفع دے سکتا ہے اور نہ نقصان پہنچا سکتا ہے، اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے کبھی بھی نہ چومتا۔

واضح رہے کہ حجر اسود کے بوسہ لینے میں اطاعت رسول کا جذبہ کارفرما ہے اور یہی روح اسلام ہے۔ پھر مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعات نماز ادا کرنا ایک اولوالعزم پیغمبر کی یاد تازہ کردیتا ہے۔ ماء زمزم پینا اور سعی بین الصفا والمروہ کرنا یہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی ذریت کی یادگار ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حج وعمرہ جیسی عبادت کا جزء بنادیا ہے جسے ادا کرتے ہوئے حجاج کرام کے دلوں میں انبیاء وصلحاء واتقیاء کی یادیں تازہ ہوتی ہیں۔

وقوف عرفہ حج کا عظیم رکن ہے، اس کے بغیر حج پورا نہیں ہوسکتا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "الحج عرفة" (ابوداود: ۱۹۴۹، ترمذی: ۸۸۹) میدان عرفات میں وقوف کرنے کا نام ہی حج ہے۔ ۹/ذی الحجہ کو دنیا کے گوشے گوشے سے آئے ہوئے مسلمان عرفات میں ظہر وعصر کی نمازیں جمع کرنے کے بعد دعاء ومناجات میں مغرب تک مشغول رہتے ہیں، روتے گڑگڑاتے، آنسو بہاتے اور اپنے گناہوں پر رو رو کر برا حال کرلیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بھی اس دن اپنی بخشش اور رحمت کا فیض عام کردیتا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''کوئی دن ایسا نہیں جس میں اللہ تعالیٰ یوم عرفہ سے زیادہ اپنے بندوں کو جہنم سے رہائی دے، اللہ تعالیٰ ان کے قریب ہوجاتا ہے اور فخر کے طور پر فرشتوں سے پوچھتا ہے کہ ان لوگوں کو میری رحمت ومغفرت کے سوا کیا چاہئے (مسلم)۔ یہ وہ میدان ہے جہاں اللہ کے رسول ﷺ نے اسلام کے اساسی قوانین کا اعلان فرمایا تھا، اسی جگہ پر آپ ﷺ نے انسانی حقوق کا بھی ذکر فرمایا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا خون، تمہارا مال ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہے جس طرح تمہارے آج کے دن کی، رواں مہینے کی اور موجودہ شہر کی حرمت ہے۔ یہ بھی سن لو جاہلیت کی تمام چیزیں میرے

پاؤں تلے روندی گئیں۔عورتوں کے بارے میں نصیحت کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، ان کے ساتھ بھلائی کا برتاؤ کرو۔ میں تمہارے درمیان اللہ کی کتاب چھوڑ کر جارہا ہوں اگر تم نے اسے مضبوطی سے پکڑے رکھا تو اس کے بعد ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔آپ نے اور بھی بہت ساری اہم باتیں کیں۔

دس ذی الحجہ کی صبح حجاج کرام مزدلفہ سے منیٰ کے لئے نکلتے ہیں اور جمرہ عقبہ کو کنکری مارنے کا عمل انجام دیتے ہیں۔ دراصل یہ امتثال امر الٰہی اور اتباع سنت رسول ﷺ کا عظیم مظہر ہوتا ہے۔ اللہ اکبر کہہ کر کنکری مارتے ہوئے دل کے اندر شیطان کی مخالفت کا جذبہ موجزن ہوتا ہے۔دوران رمی اللہ کی بڑائی اور کبریائی بیان کی جاتی ہے۔اس کے اندر ایک عظیم تعلیم یہ ہوتی ہے کہ ایک سچے مسلمان کو کبھی بھی اتباع سنت کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہیں دینا چاہئے۔غرضیکہ حج کے جتنے بھی ارکان ہیں اگر ان پر سنجیدگی سے غور کریں تو یہی پیغام نکل کر سامنے آتا ہے کہ ایک سچے مسلمان کے قلب و دماغ کے اندر توحید کا نقش بیٹھے اور اللہ سے والہانہ محبت پیدا ہو اور ان کے اندر طہارت و پاکیزگی آجائے اور اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کردینے کا سچا جذبہ پیدا ہو۔

حج کے جو اعمال وحسنات انجام دیئے جاتے ہیں ان میں سے ایک بڑا عمل قربانی ہے جسے حجاج کرام دس ذی الحجہ کو منیٰ کے اندر نہایت ہی اخلاص نیت کے ساتھ انجام دیتے ہیں۔ یہ قربانی کیا ہے؟ اس کا نقشہ قرآن کریم کے اندر بڑے دلنشیں ودلفریب انداز میں کھینچا گیا ہے۔

ارشاد ربانی ہے: وَقَالَ إِنِّیْ ذَاهِبٌ إِلَى رَبِّیْ سَيَهْدِيْنِ.رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصَّالِحِيْنَ.فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيْمٍ.فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ يَا بُنَیَّ إِنِّیْ أَرَى فِیْ الْمَنَامِ أَنِّیْ أَذْبَحُکَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَى قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْ إِن شَاء اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِيْنَ.فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِيْنِ. وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيْمُ. قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذَلِکَ نَجْزِیْ الْمُحْسِنِيْنَ.إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْبَلَاء الْمُبِيْنُ.وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ.وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِیْ الْآخِرِيْنَ. سَلَامٌ عَلَى إِبْرَاهِيْمَ.كَذَلِکَ نَجْزِیْ الْمُحْسِنِيْنَ (الصافات:۹۹-۱۱۰) اور ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میں تو ہجرت کرکے اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں وہ ضرور میری رہنمائی کرے گا۔اے میرے رب مجھے نیک بخت اولاد عطا فرما تو ہم نے اسے ایک بردبار بچے کی بشارت دی۔جب لڑکا ان کے ساتھ دوڑنے کے قابل ہوا تو ابراہیم علیہ السلام نے کہا بیٹا میں نے خواب دیکھا ہے کہ تم کو ذبح کررہا ہوں تمہاری کیا رائے ہے؟ اسماعیل علیہ السلام نے کہا کہ ابا جان آپ کو جو حکم ہوا ہے اس کی تعمیل فرمایئے آپ مجھ کو ان شاء اللہ صابر پائیں گے۔جب دونوں نے حکم مان لیا اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹا دیا تو ہم نے پکارا کہ اے ابراہیم واقعی خواب کو تو نے سچا کردیا، ہم نیک بندوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ دراصل یہ کھلا امتحان تھا اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے فدیہ میں دے دیا اور ہم نے ان کا ذکر خیر پچھلوں میں باقی رکھا۔ ابراہیم علیہ السلام پر سلام ہو۔ہم نیکو کاروں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔

آج پوری دنیا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اسی یادگار کے طور پر قربانی کی عظیم عبادت انجام دی جاتی ہے۔ ہمارے رسول ﷺ نے قربانی کی اور اپنی امت کو اسے کرنے کا حکم فرمایا۔ قیامت تک یہ سنت جاری وساری رہے گی۔ دراصل یہ شیدائیت اور فدائیت کی عظیم مثال ہے۔ ایک مومن اپنے رب کا حکم پاکر اپنی جان ومال اور اولاد سب کچھ اللہ کی راہ میں قربان کرسکتا ہے، اس بات کی یہ بڑی مثال ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس قربانی کے بارے میں یہ جامع ومانع جملہ ارشاد فرمایا: لَن يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَكِن يَنَالُهُ التَّقْوَى مِنكُمْ (الحج: ۳۷) اللہ تعالیٰ کو قربانیوں کے گوشت نہیں پہنچتے اور نہ ان کے خون بلکہ اسے تو تمہارے دل کی پرہیزگاری پہنچتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو تمہارا مطیع کردیا ہے کہ تم اس کی رہنمائی کے شکرانے میں اس کی بڑائیاں بیان کرو۔ سارے مسلمان ۱۰/ذی الحجہ کو اپنے جانوروں کی قربانی پیش کرکے اللہ کی رضا وخوشنودی حاصل کرتے ہیں اسی لئے صرف وہی قربانی اللہ کے یہاں مقبول ہوتی ہے جو خلوص وللّٰہیت اور اچھی نیت کے ساتھ پیش کی جاتی ہے۔ دنیا کے اندر کچھ اپ ٹو ڈیٹ قسم کے نام نہاد مسلمان غیر مسلموں کا ساتھ دیتے ہوئے یہ پروپیگنڈہ کرنے کی کوشش کررہے ہیں کہ یہ قربانی جانوروں پر ظلم اور مال کا ضیاع ہے۔ دراصل انہیں قربانی کی عظیم حکمت کا قطعی علم نہیں ہے۔ اس کائنات کو بنانے والا رب العالمین قربانی کرنے کا حکم دیتا ہے اور یہ قربانی ہر قوم کے اندر پائی جاتی ہے۔ یہ متعلق قسم کے لوگ رب العالمین سے بھی بڑھ کر انسانیت اور حیوانوں اور جانوروں کے خیر خواہ بننے کی کوشش کررہے ہیں۔ گوشت خوری انسانی فطرت میں داخل ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے دنیا کے اندر اس کام کے لئے مختلف حلال جانوروں اور چوپایوں کو پیدا فرمایا ہے جن سے دنیا کی بہت بڑی آبادی کی خوراک کا مسئلہ حل ہوتا ہے۔ عید الاضحیٰ کے دن مسلمان قربانی کرکے گوشت کو اپنی خوراک بناتے ہیں، خود کھاتے اور غرباء ومساکین، دوست واحباب اور رشتہ داروں کو بھی کھلاتے ہیں اسی لئے قربانی کے جانوروں پر صرف کیا ہوا مال ہرگز ضائع نہیں ہوتا بلکہ اس کے ذریعہ خوراک کا مسئلہ حل ہوتا ہے جو ایک بہت بڑی انسانی ضرورت ہے، مسلمانوں کو اس قسم کے بے جا پروپیگنڈے سے ہرگز متاثر نہیں ہونا چاہئے بلکہ اس عظیم عمل کے عظیم پیغام کو پیش نظر رکھ کر حصول رضاء الٰہی کے لئے کوشاں رہنا چاہئے۔ اللہ ہمیں شعور وحکمت کی نعمت سے سرفراز فرمائے۔ آمین

☆☆

قربانیوں سے عبارت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی

عبدالعلیم بن عبدالحفیظ سلفی رسعودی عرب

ابراہیم علیہ السلام اللہ کے نہایت ہی برگزیدہ نبی ہیں۔آپ کی دعوت توحید کے داعیوں کے لئے ایک مثال ہے،فکروذہن کی سلامتی،قوت استدلال وبیان،صبروثبات اورتوکل علی اللہ کی بہترین مثالیں آپ کی زندگی میں ملتی ہیں۔آپ کا ذکراللہ تعالی نے قرآن کریم کے اندر مختلف اندازواسلوب میں کیا ہے جوابلاغ حق، رد باطل، حسن سلوک،امر بالمعروف نہی عن المنکر اوراس راہ میں درپیش مشاکل اوران پر صبراور توکل کی بہترین عکاس ہیں،اللہ تعالی نے آپ کی ثبات قدمی کا صلہ دیا کہ ان کو متقیوں کا امام بنادیا، فرماتا ہے: (وَإِذِ ابْتَلَى إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ) (سورۃ البقرہ ر124) (جب ابراہیم (علیہ السلام) کو ان کے رب نے کئی کئی باتوں سے آزمایا اور انہوں نے سب کو پورا کردیا تو اللہ نے فرمایا کہ میں تمہیں لوگوں کا امام بنادوں گا عرض کرنے لگے میری اولاد کو فرمایا میرا وعدہ ظالموں سے نہیں)۔یہاں کلمات سے مراد احکام شریعت،مناسک حج، بیٹے کی قربانی، آگ نمرود میں ڈالا جانا، ہجرت اور بیوی بچوں کو مکہ کے صحراء میں چھوڑ دینا وغیرہ وہ تمام آزمائشیں ہیں جن سے ابراہیم علیہ السلام گزارے گئے اور ساری آزمائشوں میں کامیاب رہے اور آپ کو امام الناس کے منصب جلیل پر فائز کیا گیا، چنانچہ مسلمانوں کے علاوہ یہودی، عیسائی حتی کہ عرب کے مشرکین میں بھی ان کی شخصیت محترم اور پیشوا مانی جاتی ہے۔

آیئے ہم ابراہیم علیہ السلام کی قربانیوں سے عبارت زندگی کے کچھ احوال کا ذکر کرتے ہیں، جو فکری سلامتی، جدوجہد، دعوت توحید، صبر واستقلال اور قدوۃ وامامت سے معنون ہے:

(۱) فکری سلامتی:

کسی بھی انسان کے لئے ذہن وفکر کی سلامتی سب سے اہم اور بنیادی امر ہے کیونکہ جب تک انسان کی سمجھ اللہ رب العزت کے مطالبات کے مطابق نہ ہو اس کے نزدیک اس کی حیثیت اوراس کے اعمال پرکاہ کے برابر بھی نہیں ہیں، بلکہ اللہ تعالی انہیں بے عقل جانوروں سے بھی بدتر قرار دیتا ہے، ارشاد فرماتا ہے: (وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ) (سورۃ الاعراف ر179) (اور ہم نے ایسے بہت سے جن اورانسان جہنم کے لئے پیدا کئے ہیں جن کے

پاس دل ہیں لیکن وہ ان سے سمجھتے نہیں، ان کے پاس آنکھیں ہیں لیکن ان سے دیکھتے نہیں، ان کے پاس کان ہیں لیکن ان سے سنتے نہیں، یہ لوگ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ یہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں، یہی لوگ غافل ہیں)۔

لیکن جو اللہ کی کائنات میں غور کر کے اس کی حاکمیت وربوبیت اور کائنات میں تصرف کا اقرار کر کے صرف اور صرف اسی کی عبادت کرتا ہے وہ اس کے نزدیک مقرب ترین بن جاتا ہے، ابراہیم علیہ السلام کی اسی خوبی کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالی فرماتا ہے: (فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَى كَوْكَبًا قَالَ هَذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَا أُحِبُّ الْآفِلِينَ *فَلَمَّا رَأَى الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هَذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَمْ يَهْدِنِي رَبِّي لَأَكُونَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّينَ *فَلَمَّا رَأَى الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هَذَا رَبِّي هَذَا أَكْبَرُ فَلَمَّا أَفَلَتْ قَالَ يَا قَوْمِ إِنِّي بَرِيءٌ مِمَّا تُشْرِكُونَ *إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ) (سورۃ الانعام/79-76) (جب رات کی تاریکی آئی تو انہوں نے ایک ستارہ دیکھا اور کہا کہ یہ میرا رب ہے، لیکن جب وہ غروب ہوگیا تو کہا کہ میں غروب ہونے والوں سے محبت نہیں کرتا۔ پھر جب چاند کو دیکھا تو کہا یہ میرا رب ہے لیکن جب وہ غروب ہوگیا تو کہا اگر مجھ کو میرے رب نے ہدایت نہ کی تو میں گمراہ لوگوں میں شامل ہوجاؤں گا۔ پھر جب چمکتے سورج کو دیکھا تو کہا کہ یہ میرا رب ہے یہ تو سب سے بڑا ہے، پھر جب وہ بھی غروب ہوگیا تو کہا اے قوم کے لوگوں !میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں۔ میں یکسو ہوکر اپنا رخ اس کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں)۔

(۲) دعوت ومناظرہ:

جب ابراہم علیہ السلام اپنی موہوبی ذہنی صلاحیتوں کے ذریعہ اس بات سے واقف ہوگئے کہ رب السماوات والارض کے علاوہ کائنات میں کسی بھی تصرف کا حق کسی کو بھی حاصل نہیں، اس لئے اس کے علاوہ کوئی بھی ذات عبادت کی مستحق ہو ہی نہیں سکتی، چنانچہ ہزاروں کی تعداد میں موجود معبودان باطلہ جن کو لوگوں نے اپنے ہاتھوں سے بنالیا ہے وہ خود اتنے بے بس ہیں کہ اپنے اوپر بیٹھی گندی مکھی کو بھی نہیں بھگا سکتے، اور نہ ہی وہ خود اپنی مدد آپ کر سکتے ہیں، تو کس طرح وہ دوسروں کی مدد کرنے کے لائق ہو سکتے ہیں؟ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اس یقین کے بعد اپنے باپ اور اپنی قوم کے لوگوں کی اس کھلی گمراہی کا رد شروع کردیا، اور نہایت ہی مدبرانہ انداز میں اپنی دعوت شروع کی، اور سب سے پہلے دعوت کی شروعات اپنے باپ سے کی، اللہ تعالی اس کی تصویر کشی کرتے ہوئے فرماتا ہے: (وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ آزَرَ أَتَتَّخِذُ أَصْنَامًا آلِهَةً إِنِّي أَرَاكَ وَقَوْمَكَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ) (سورۃ الانعام/74) (اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا کہ تو بتوں کو معبود قرار دیتا ہے؟ بے شک میں تم کو اور تیری ساری قوم کو صریح گمراہی میں دیکھتا ہوں)۔

نیز ابراہیم علیہ السلام کی اپنے باپ کو مشفقانہ دعوت کے اسلوب کا بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: (إِذْ قَالَ

لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنكَ شَيْئًا *يَا أَبَتِ إِنِّي قَدْ جَاءَنِي مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِي أَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا * يَا أَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطَانَ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلرَّحْمَنِ عَصِيًّا *يَا أَبَتِ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يَمَسَّكَ عَذَابٌ مِنَ الرَّحْمَنِ فَتَكُونَ لِلشَّيْطَانِ وَلِيًّا *قَالَ أَرَاغِبٌ أَنْتَ عَنْ آلِهَتِي يَا إِبْرَاهِيمُ لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ لَأَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا *قَالَ سَلَامٌ عَلَيْكَ سَأَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّي إِنَّهُ كَانَ بِي حَفِيًّا *وَأَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَأَدْعُو رَبِّي عَسَى أَلَّا أَكُونَ بِدُعَاءِ رَبِّي شَقِيًّا) (سورۃ مریم/48-42) (جب انہوں نے اپنے باپ سے کہا کہ اباجان ! آپ ان کی عبادت کیوں کر رہے ہیں جو نہ سن سکتے ہیں اور نہ دیکھ سکتے ہیں، اور نہ آپ کو کچھ بھی نفع پہونچا سکتے ہیں؟۔ میرے مہربان باپ! میرے پاس وہ علم آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا تو آپ میری بات مانیں میں بالکل سیدھی راہ کی طرف آپ کی رہنمائی کروں گا۔ میرے اباجان! آپ شیطان کی پرستش نہ کریں کیوں کہ وہ رحم وکرم والے اللہ کا بڑا ہی نافرمان ہے۔ اباجان ! مجھے ڈر ہے کہ کہیں آپ پر اللہ کا عذاب نہ آ جائے کہ آپ شیطان کا ساتھی قرار پائیں۔ اس نے جواب دیا؛ اے ابراہیم ! کیا تو ہمارے معبودوں سے روگردانی کر رہا ہے۔ سن اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے پتھروں سے ماروں گا، جا مجھ سے ایک مدت دراز تک دور رہ۔ تو انہوں نے کہا تم پر سلام ہو میں تو اپنے رب سے تمہاری بخشش کی دعاء کرتا رہوں گا، وہ مجھ پر حد درجہ مہربان ہے۔ میں تو تمہیں بھی اور جن جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو انہیں بھی سب کو چھوڑ رہا ہوں، اور صرف اپنے پروردگار کو پکارتا رہوں گا مجھے یقین ہے کہ میں اپنے پروردگار سے دعاء مانگ کر محروم نہ رہوں گا)۔

پھر ابراہیم علیہ السلام کی دعوت باپ کے ساتھ ساتھ اپنی قوم کے لئے شروع ہوتی ہے، ان سے مختلف انداز میں سوال کرتے ہیں: (مَا هَٰذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُونَ) (سورۃ الانبیاء/52) (یہ مورتیاں جن کے تم مجاور بنے ہو کیا ہیں؟)، ان سب نے جواب دیا:(وَجَدْنَا آبَاءَنَا لَهَا عَابِدِينَ) (سورۃ الانبیاء/53) (ہم نے اپنے باپ دادا کو انہیں کی عبادت کرتے ہوئے پایا) ، پھر ان پر نقد کرتے ہوئے کہتے ہیں:(قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ) (سورۃ الانبیاء/54) (تم اور تمہارے باپ دادا سب یقیناً کھلی گمراہی میں مبتلا رہے)، پھر قوم کے لوگ کہنے لگے: (أَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ أَمْ أَنْتَ مِنَ اللَّاعِبِينَ) (سورۃ الانبیاء/55) (آپ ہمارے پاس سچ مچ حق لائے ہیں یا یوں ہی مذاق کر رہے ہیں)، پھر نہایت ہی بلیغانہ انداز میں ان کو توحید کی حقیقت کو سمجھاتے ہوئے کہتے ہیں:(بَلْ رَبُّكُمْ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الَّذِي فَطَرَهُنَّ وَأَنَا عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ) (سورۃ الانبیاء/ 56) (درحقیقت تم سب کا پروردگار تو وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے جس نے انہیں پیدا کیا ہے، اور مجھے اس کا پورا پورا مشاہدہ ہے)۔

پھر جب ان کی قوم نے ان سے اپنے معبودان

باطلہ کے لئے بحث کیا تو انہوں نے ان کو بہترین جواب دیا، اللہ تعالی فرماتا ہے: (وَحَآجَّهُ قَوْمُهُ قَالَ أَتُحَاجُّونِّي فِي اللّهِ وَقَدْ هَدَانِ وَلاَ أَخَافُ مَا تُشْرِكُونَ بِهِ إِلاَّ أَن يَشَاءَ رَبِّي شَيْئًا وَسِعَ رَبِّي كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا أَفَلاَ تَتَذَكَّرُونَ.وَكَيْفَ أَخَافُ مَا أَشْرَكْتُمْ وَلاَ تَخَافُونَ أَنَّكُمْ أَشْرَكْتُم بِاللّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا فَأَيُّ الْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِالأَمْنِ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ) (سورۃ الانعام/81-80) (اوران کی قوم نے ان سے حجت کرنا شروع کردی تو انہوں نے فرمایا کہ تم اللہ کے معاملے میں مجھ سے حجت کرتے ہو حالانکہ اس نے مجھے ہدایت دی ہے۔ اور میں ان چیزوں سے نہیں ڈرتا جن کو تم اللہ کے ساتھ شریک بناتے ہو۔ ہاں اگر میرا رب جو چاہے۔ میرے رب کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے کیا تم پھر بھی خیال نہیں کرتے۔ میں ان چیزوں سے کیسے ڈروں جنہیں تم نے اللہ کے ساتھ شریک کیا ہے، حالانکہ تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ کے ساتھ ایسی چیزوں کو شریک ٹھہرایا ہے جس کی کوئی دلیل تمہارے اوپر نازل نہیں کیا ہے۔ سو اگر تمہیں خبر ہے (تو بتاؤ) ان دونوں جماعتوں میں سے امن کا زیادہ مستحق کون ہے)۔

(۳) دعوت کا عملی اقدام اور بتوں کو توڑنا:

پھر جب قوم کو سمجھانے میں ناکامی ہوئی تو ان کو سمجھانے کا دوسرا طریقہ اختیار کیا اور وہ تھا عملی اقدام، چنانچہ انہوں نے دل میں اس بات کا عزم کیا کہ وہ ان بتوں کو توڑ دیں گے: (تَاللَّهِ لَأَكِيدَنَّ أَصْنَامَكُم بَعْدَ أَن تُوَلُّوا مُدْبِرِينَ) (سورۃ الانبیاء/57) (اللہ کی قسم جب تم چلے جاؤ گے تو میں ان کے ساتھ لازمی کوئی تدبیر کروں گا)۔

پھر وہ وقت آیا جب قوم کے لوگ عید یا کوئی قومی تہوار منانے کے لئے باہر چلے گئے، ان لوگوں نے ان کو بھی اپنے ساتھ جانے کے لئے کہا لیکن انہوں نے بیماری کا بہانہ کر دیا اور پھر جب سب لوگ چلے گئے تو ان بتوں کے پاس جا کر بڑے بت کے علاوہ سب کو توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا۔ بڑے کو اس حکمت کے ساتھ چھوڑ دیا کہ اس کی بے بسی کو لوگوں کے سامنے دلیل بنائیں گے، چنانچہ جب وہ لوگ میلہ سے واپس آئے تو اپنے معبودان باطلہ کو تہس نہس دیکھا، اور حیران و پریشان ہو گئے اور ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ کس ظالم نے ہمارے معبودوں کے ساتھ ایسا کیا ہے؟۔ پھر لوگوں سے پتا چلا کہ ان کے بارے میں ایک نوجوان ابراہیم کو باتیں کرتے ہوئے سنا گیا ہے، پھر ان کو مجمع عام میں لایا گیا ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: اس بڑے نے کیا ہے، اگر یہ ٹوٹے پھوٹے بت بول سکتے ہیں تو ان سے ہی پوچھ لو۔ پھر وہ اس جواب سے سوچ میں پڑ گئے اور لا جواب ہو کر ایک دوسرے سے کہنے لگے واقعی ظالم تو تم ہی ہو، جو اپنی جان بچانے پر اور نقصان پہنچانے والے کا ہاتھ پکڑنے پر قادر نہیں وہ مستحق عبادت کیونکر ہو سکتا ہے؟۔ لیکن پھر بھی وہ اپنے شرک و کفر پر لوٹ گئے اور کہنے لگے: ابراہیم! تو اچھی طرح جانتا ہے کہ یہ بولنے کی طاقت سے محروم ہیں، پھر ہم کیسے ان سے پوچھ سکتے ہیں؟ اللہ کے خلیل نے اسی وقت فرمایا: (أَفَتَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَلَا يَضُرُّكُمْ *أُفٍّ لَكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ) (سورۃ الانبیاء/67-66)

(افسوس! کیا تم لوگ اللہ کے علاوہ ان کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہیں کچھ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان۔تم پر اوران پر جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو تف ہے، کیا تمہیں اتنی سی بھی عقل نہیں)۔

(۴) حاکم وقت سے مناظرہ اور آزمائشوں کی شروعات:

حاکم وقت نمرود جو خود کو ربّ اور کائنات میں تصرف کا اہل سمجھتا تھا اسے جب ابراہیم علیہ السلام کی دعوت کا پتا چلا تو اس کا غصہ ہونا بدیہی تھا، پھر جب ابراہیم علیہ السلام کو اس کے پاس لایا گیا تو اس نے اپنے دعوائے ربوبیت کے ثبوت کے لئے آپ سے مناظرہ اور بحث شروع کردیا، اللہ تعالی فرماتا ہے: (أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِي حَاجَّ إِبْرَاهِيمَ فِي رَبِّهِ أَنْ آتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ إِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ قَالَ أَنَا أُحْيِي وَأُمِيتُ قَالَ إِبْرَاهِيمُ فَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ) (سورة البقرہ/258) (کیا آپ نے اسے نہیں دیکھا جو سلطنت وحکومت پا کرابراہیم سے ان کے رب کے بارے میں جھگڑ رہا تھا، جب ابراہیم نے کہا: میرارب تو وہ ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے، وہ کہنے لگا میں بھی جلاتا اور مارتا ہوں ابراہیم نے کہا کہ اللہ تعالی سورج کو مشرق سے طلوع کرتا ہے تو مغرب سے کردے۔اب تو وہ کافر بھونچکا رہ گیا۔اللہ تعالی ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا)۔

(۵) عظیم آزمائش:

آگ میں ڈالا جانا اور ثبات قدمی، پھر اللہ کی نصرت:

حاکم وقت اور پوری قوم جب آپ کے دلائل سے لاجواب ہوگئی تو انہیں سزا دینے کا ارادہ کرلیا اور کہا: (حَرِّقُوهُ وَانصُرُوا آلِهَتَكُمْ إِن كُنتُمْ فَاعِلِينَ) (سورة الانبیاء /68) ۔(اگر تمہیں کچھ کرنا ہے تو اسے جلا دو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو)۔(قَالُوا ابْنُوا لَهُ بُنْيَانًا فَأَلْقُوهُ فِي الْجَحِيمِ) سورة الصافات/97) (وہ کہنے لگے اس کے لئے ایک مکان بناؤ (دہکتی ہوئی آگ بھڑکاؤ) اور اس (دہکتی ہوئی) آگ میں اسے ڈال دو)۔

چنانچہ آپ کے لئے آگ بھڑکائی گئی اور آپ کو اس بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال دیا گیا، ایسے موقع سے بھی آپ نے کسی سے بھی مدد نہیں مانگی اور نہ اپنی جان بچانے کیلئے کوئی تدبیر اختیار کیا، صبر وثبات اور توکل علی اللہ کی یہ عظیم ترین مثال ہے، صحیح بخاری کے اندر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایسے موقع سے ابراہیم علیہ السلام کی زبان مبارک پر صرف "حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الوَكِيلُ "جاری تھا۔ اور یہ آپ کا آخری جملہ تھا۔(صحیح بخاری (4563-4564)

اور یہ جملہ آگے چل کر انبیاء وصالحین اور سچے مومنین وموحدین کا شعار بن گیا۔

اللہ رب العزت کا فضل ابراہیم علیہ السلام پر ایسا ہوا کہ آگ سلامتی والی بن گئی اور دشمنان توحید کی ساری تدبیریں دھری کی دھری رہ گئیں، اللہ تعالی فرماتا ہے: (قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَى إِبْرَاهِيمَ *وَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَخْسَرِينَ) (سورة الانبیاء /69-70) (ہم نے کہا اے آگ تو ٹھنڈی پڑ جا اور

ابرہیم (علیہ السلام) کے لئے سلامتی (اور آرام کی چیز) بن جا۔ اور انہوں نے ابراہیم کے ساتھ برا چاہا تو ہم نے انہیں ناکام بنادیا)۔

(۶) بال بچوں سے دوری:

بیوی بچوں کو مکہ کی وادیوں میں چھوڑنا: ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش یہیں نہیں رکتی ہے، اللہ رب العزت کا حکم ہوتا ہے کہ بیوی بچوں کو ایسی بیابان میں تن تنہا چھوڑ دو جہاں انسان تو کیا کسی چرند و پرند کا بسیرا بھی نہ تھا، نہ دانہ نہ پانی سوائے اللہ پر توکل اور بھروسہ کے، اور بیوی بھی ایسی صابرہ، شاکرہ اور اللہ پر توکل والی یہ سننے کے بعد کہ یہ اللہ کا حکم ہے منہ سے شکایت کا ایک جملہ بھی نہیں نکلتا، جب ابراہیم علیہ السلام ان کو اور ان کے شیر خوار بچے کو تن تنہا چھوڑ کر جانے لگتے ہیں تو پوچھتی ہیں: "يا إِبْرَاهِيمُ إِلى مَن تَتْرُكُنَا؟" ابراہیم کس کے بھروسے چھوڑ کر جا رہے ہو؟ "ابراہیم علیہ السلام کہتے ہیں:" إلى اللَّهِ" "اللہ کے بھروسے"، پھر وہ کہتی ہیں: رَضِيتُ بِاللَّهِ" "میں اللہ سے راضی ہوں"۔

پھر اللہ کی تدبیر ہوتی ہے اور وہاں زمزم کا پانی جاری ہوتا ہے، اور یہاں سے ان پر اللہ کی نعمت اور فضل کی فراوانی ہوتی ہے ۔(دیکھئے: صحیح بخاری/3365) ۔

ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی اور بچے کو اس بیابان میں چھوڑتے وقت دعاء کرتے ہیں: (رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ) (سورۃ ابراھیم/37) (اے میرے رب !میں نے اپنی کچھ اولاد کو اس بے کھیتی کی وادی میں تیرے حرمت والے گھر کے پاس بسائی ہے، اے رب !یہ اس لئے کہ وہ نماز قائم رکھیں۔ پس تو کچھ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کردے اور انہیں پھلوں کی روزی عطا فرما تاکہ وہ شکر گزاری کریں)۔

چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ کس طرح زمزم کا کنواں ظاہر ہونے کے بعد لوگ آکر وہاں بسنے لگے اور رزق کی فراوانی ہونے لگی، اور آج مکہ میں دنیا کی تمام آسائشیں وافر مقدار میں موجود ہیں، دنیا کے کسی بھی گوشے میں اللہ کی شاید ہی کوئی نعمت کسی بھی موسم میں ہو آپ مکہ میں نہ پائیں۔ فللہ الحمد۔

(۷) قربانی کی عظیم ترین مثال:

جواں سال بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم: ابراہیم علیہ السلام کی یہ وہ قربانی ہے جسے اللہ تعالی نے قیامت تک کے لئے جاوداں کردیا ہے، اطاعت وفرمانبرداری کی اس سے بڑی مثال اور کیا ہوسکتی ہے کہ اپنے جواں سال بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم ہوتا ہے، باپ بیٹے دونوں اطاعت وفرمانبرداری اور صبر وثبات کے اس مقام پر کھڑے ہیں جہاں بڑے بڑوں کے پیر ڈگمگا جاتے ہیں، اللہ تعالی اس کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتا ہے: (فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَى فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَى قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ. فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ. وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ. قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا

إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ. إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ) (سورۃ الصافات/ 106-102) (پھر وہ (اسماعیل) اتنی عمر کو پہنچا کہ اس کے ساتھ چلے پھرے تو اس (ابراہیم علیہ السلام) نے کہا اے میرے بیٹے خواب میں میں خود کو تجھے ذبح کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ اب تو بتا تیری کیا رائے ہے؟ بیٹے نے جواب دیا کہ ابا! جو حکم ہوا ہے اسے بجا لایئے ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ پھر جب دونوں نے حکم الٰہی مان لیا اور اس (بیٹے) کو پیشانی کے بل گرا دیا تو ہم نے آواز دی اے ابراہیم! یقیناً تو نے اپنے خواب کو سچا کر دکھایا، بے شک ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ درحقیقت یہ کھلا امتحان تھا)۔

(۸) ابراہیم علیہ السلام پر اللہ کے انعامات:

ابراہیم علیہ السلام کے بے مثال صبر اور عظیم قربانیوں کا صلہ اللہ تبارک وتعالی نے مختلف آزمائشوں میں کامیابی کے اعتبار سے ہی عطا کیا، آیئے دیکھتے ہیں اللہ رب العزت کا انعام آپ پر کیسے ہوا۔

۱- آگ کا ٹھنڈی ہو جانا اور سلامتی اور آرام والا ہونا:

جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو اللہ تعالی نے آگ کو حکم دیتے ہوئے فرمایا: (يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ) (سورۃ الصافات/ 69) (اے آگ تو ٹھنڈی پڑ جا اور ابرہیم (علیہ السلام) کے لئے سلامتی (اور آرام کی چیز) بن جا)۔

۲- ان کی اولاد میں سلسلہ نبوت کا جاری ہونا:

ابراہیم علیہ السلام نے اللہ رب العزت سے دعاء کی تھی کہ ان کی اولاد میں نبیوں کو بھیجے: (رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ) (سورۃ البقرہ/ 129) (اے ہمارے رب ان میں انہیں میں سے رسول بھیج جو ان کے پاس تیری آیتیں پڑھے، انہیں کتاب وحکمت سکھائے، اور انہیں پاک کرے، یقیناً تو غلبہ والا اور حکمت والا ہے)۔

چنانچہ نبوت ورسالت اور نزول کتب کا سلسلہ اللہ رب العزت نے ان ہی کی اولاد میں رکھی، ارشاد فرماتا ہے: (لَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَإِبْرَاهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ) (سورۃ الحدید/ 26) (بے شک ہم نے نوح اور ابراہیم (علیہما السلام) کو رسول بنا کر بھیجا اور ان کی اولاد میں نبوت اور کتاب جاری رکھی)۔

۳- دعاؤں کا قبول ہونا:

ابراہیم علیہ السلام نے اللہ رب العزت سے مختلف دعائیں مانگی تھی جنہیں اللہ رب العزت نے شرف قبولیت سے نوازا، ان دعاؤوں کا ذکر اللہ رب العزت نے قرآن مجید کے اندر مختلف مقامات پر اور مختلف اسالیب میں کیا ہے، مختصرا وہ دعائیں مندرجہ ذیل ہیں:

- مکہ کو امن والا شہر بنا دے اور ان پر اپنے رزق کی فراوانی کر دے۔ (سورۃ البقرہ 126، سورۃ ابراہیم/ 35)۔

- ان کو اور ان کی اولاد کو بتوں کی عبادت سے بچائے۔ (سورۃ ابراہیم/ 35)۔

- ان کی اولاد میں نبوت ورسالت کا سلسلہ جاری کر دے، اپنی کتابیں انہیں میں نازل فرما۔ (سورۃ البقرہ/

129،سورۃ الحدید/26)۔
-حج کے مناسک سکھادے۔(سورۃ البقرہ/128)۔
-بیت اللہ کی تعمیر کو قبول فرما۔(سورۃ البقرہ/127)
-بیوی بچوں کو تنہائی سے نکال کر لوگوں کو ان کے پاس بھیج دے۔(سورۃ ابراھیم/37)۔
-علم وحکمت سے سرفراز فرما، نیک لوگوں میں ملادے اور آنے والی نسلوں میں ان کے ذکر خیر کو باقی رکھے۔(رَبِّ هَبْ لِي حُكْمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ. وَاجْعَلْ لِي لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ) (سورۃ الشعراء/84-83)۔
-انہیں اور ان کی اولاد کو نماز کا پابند بنائے اور ان کی دعاؤں کو قبول فرمائے۔(سورۃ ابراہیم/40)۔
- نیک اولاد عطا فرما۔(رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ) (سورۃ الصافات/100)۔

۴-ملت ابراہیمی کی اتباع کا حکم اور اس کا قیامت تک جاری رہنا:

اللہ تعالی نے کئی مقامات پر ملت ابرہیمی کی اتباع کا حکم دیا ہے، فرماتا ہے(قُلْ صَدَقَ اللَّهُ فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ) (سورۃ آل عمران/95) (کہہ دیجئے اللہ سچا ہے تم سب ابراہیم کے ملت حنیف کی پیروی کرو جو مشرک نہ تھے)۔

نیز فرماتا ہے:(ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ) (سورۃ النحل/123) (پھر ہم نے آپ کی جانب وحی بھیجی کہ آپ ملت ابراہیم حنیف کی پیروی کریں جو مشرکوں میں سے نہ تھے)۔

نیز فرماتا ہے: (وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا مِمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَاتَّبَعَ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا) (سورۃ النساء/125) (باعتبار دین کے اس سے اچھا کون ہے جو اپنے کو اللہ کے تابع کردے وہ بھی نیکوکار، اور ساتھ ہی یکسوئی والے ابراہیم کے دین کی پیروی کررہا ہو)۔

۵- اللہ تعالی نے آپ کو اپنا خلیل بنالیا، فرماتا ہے۔ (وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا) (سورۃ النساء/125) (ابراہیم کو اللہ نے اپنا دوست بنایا ہے)۔

۶- آپ کا ذکر قیامت تک ہوتا رہے گا: (وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ) (سورۃ الصافات/108) (اور ہم نے ان کا ذکر خیر پچھلوں میں رکھا)۔ چنانچہ اللہ رب العزت نے ایسے وسائل پیدا فرمائے اور عبادتیں مشروع قرار دیں جن کے ذریعہ ان کا ذکر خیر قیامت تک ہوتا رہیگا، ان کا ذکر ذیل میں اختصار کے ساتھ پیش خدمت ہے:

۷- بیت اللہ اور حج وعمرہ کے ذریعہ:

اللہ تعالی فرماتا ہے: (وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ) (سورۃ الحج/27) (لوگوں میں حج کی منادی کردیجئے لوگ آپ کے پاس پیادہ بھی آئیں گے اور دبلے پتلے اونٹوں پر بھی، دور دراز کی تمام راہوں سے آئیں گے)۔ نیز فرماتا ہے:(إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ *فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَقَامُ إِبْرَاهِيمَ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ) (سورۃ آل

عمران/ 97-95) (اللہ کا پہلا گھر جو لوگوں کے لئے بنایا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے جو تمام دنیا کے لئے برکت اور ہدایت والا ہے۔ جس میں کھلی کھلی نشانیاں ہیں۔ اس میں جو آ جائے امن والا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالی نے ان لوگوں پر جو اس طرف راہ پا سکتے ہوں اس گھر کا حج فرض کر دیا ہے)۔

۸- قربانی کے ذریعہ:

اللہ ربّ العزت کے حکم کی بجا آوری کرتے ہوئے ابراھیم علیہ السلام نے اپنے لختِ جگر کو اللہ کے لیے ذبح کرنے کی جو تابعداری اور اس کے بعد اس کی تیاری کی تھی وہ صبر وثبات اور اطاعت وفرمانبرداری کی اعلی ترین مثال تھی جسے اسے ربّ کائنات نے قبولیت ورضاء سے سرفراز کرتے ہوئے امت مسلمہ کے لئے قیامت تک کے لئے عبادت الٰہی کا رمز اور اس کی علامت میں سے ایک بنا دیا، اللہ تعالی فرماتا ہے: (وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ) (سورۃ الصافات/108-107) (اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے فدیہ میں دے دیا اور ہم نے ان کا ذکر خیر پچھلوں میں رکھا)۔

۹- درود وسلام کے ذریعہ:

دنیا کا ہر مسلمان جب نماز پڑھتا ہے تو اس میں درود وسلام پڑھتا ہے، اس کے اندر ابراہیم علیہ السلام کے ذکر کی وجہ سے اسے درود ابراہیمی کے نام سے جانتے ہیں اور یہ ذکر اس وقت تک رہے گا رہے گا جب تک دنیا رہے گی اور مسلمان اس درود وسلام کا ورد کرتے رہیں گے۔ درود کے الفاظ ہیں:

اللهمّ صلِّ على محمّد وعلى آل محمّد، كما صليتَ على إبراهيم وعلى آل إبراهيم؛ إنّك حميدٌ مجيد .اللهمّ بارِك على محمّد وعلى آل محمّد، كما باركتَ على إبراهيم وعلى آل إبراهيم؛ إنّك حميدٌ مجيد "(صحیح بخاری/3370، صحیح مسلم/406) ۔

اللهمّ صلِّ على محمّد وأزواجه وذُريّته، كما صليتَ على آل إبراهيم، وبارِك على محمّد وأزواجه وذُريّته، كما باركتَ على آل إبراهيم؛ إنّك حميدٌ مجيد(صحیح بخاری/ 3369، صحیح مسلم/ 407)۔

۱۰- اور قرآن کریم میں تلاوت کے ذریعہ:

اللہ تعالی نے آپ کا ذکر قرآن کریم کے اندر مختلف انداز واسلوب میں تقریبا 35 بار کیا ہے، چنانچہ جب تک قرآن مجید کی تلاوت ہوتی رہے گی آپ کا ذکر خیر ہوتا رہے گا۔

اللہ رب العزت ہمیں دین مستقیم پر قائم ودائم رکھے اور اپنے فضل وکرم سے سرفراز فرمائے۔

وصلى الله على خيرخلقه وسلم

☆☆☆

حج کے اہداف ومقاصد

مجیب الرحمٰن سلفی

حج ایک مقدس دینی فریضہ ہے، اسلام کی پرشکوہ عمارت جن پانچ ستونوں پر قائم ہے ان میں سے ایک اہم اور مستحکم ستون حج ہے، جو ہر عاقل وبالغ اور مستطیع مسلمان پر عمر میں ایک مرتبہ فرض ہے، فرمان الٰہی ہے،

وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ (آل عمران 97:3)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کو اسلام کا ایک رکن قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: "بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالْحَجِّ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ."بخاری کتاب الایمان باب دعاؤکم ایمانکم رقم: 8

حج ایک عظیم دینی عبادت ہے، جس میں بے شمار حکمتیں ومصلحتیں اور مقاصد واہداف پنہاں ہیں، درج ذیل سطور میں حج کے چند اہداف ومقاصد کو بیان کیا جا رہا ہے۔

۱-توحید باری تعالیٰ کا تحقق اور شرک سے برات کا اظہار

توحید باری تعالیٰ کا قول وعمل سے اظہار اور شرک کی تمام انواع واقسام اور اس کے وسائل سے کلی اجتناب ہی تخلیق انسانی کا عظیم ہدف اور مقصد ہے، تمام شرعی عبادات میں نمایاں وصف توحید باری تعالیٰ کا تحقق اور اثبات ہی ہے جیسا کہ فرمان ہے: "وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ(البینۃ 5:98) ترجمہ: اور انہیں صرف یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں، اس کے لئے عبادت کو خالص کرکے، یکسو ہوکر، اور وہ نماز قائم کریں، اور زکوۃ دیں، اور یہی نہایت درست دین ہے۔

حج کا بھی یہی عظیم ہدف اور مقصد ہے کہ لوگ توحید باری تعالیٰ کا علی الاعلان اظہار کرتے ہوئے شرک سے اپنی برات اور بیزاری کا اظہار کریں، حج کے تمام احکامات میں یہ وصف نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ خانہ کعبہ جو اس روئے زمین پر اللہ کی عبادت کا پہلا گھر ہے، اس کی تعمیر ہی تحقیق توحید کے پیش نظر عمل میں آئی ہے، جیسا کہ فرمان ہے۔ وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ (الحج: 26) ترجمہ: اور جب ہم نے ابراہیم کے لیے خانہ کعبہ کی جگہ مقرر کردی، اور ان سے کہا کہ آپ کسی چیز کو بھی میرا شریک نہ ٹھہرائیے، اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں، قیام کرنے والوں اور رکوع وسجدہ کرنے والوں کے لیے شرک وبت پرستی سے پاک رکھیے۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں "هذا فيه تقريع وتوبيخ لمن عبد غير الله، وأشرك به من قريش، فى البقعة التى أسست من أول يوم على توحيد الله وعبادته وحده لا شريك له.
اس آیت کریمہ میں مشرکین قریش کوڈانٹ پلائی گئی ہے کہ جوگھر پہلے دن سے اس لیے بنایا گیا تھا تاکہ وہاں صرف ایک اللہ کی عبادت ہو،تم لوگوں نے اس میں سیکڑوں بت لا کرر کھ دیئے اور اللہ کو چھوڑ کران کی عبادت کرنے لگے۔

مذکورہ آیت میں"لا تشرك بى شيئاً" "شيئاً" لفظ نکرہ نہی کے سیاق میں وارد ہوا ہے، جو عموم کا فائدہ دے رہا ہے، یعنی کہ میرے ساتھ ذرہ برابر بھی کسی کوشریک نا کرنا۔

ایک قول کے مطابق تطہیر بیت اللہ سے مراد اسے بتوں سے پاک کرنا ہے ۔ اس لیے کہ خانہ کعبہ کی تعمیر ابراہیمی سے قبل بنو جرہم اور عمالقہ کے بت وہاں رکھے ہوئے تھے، البتہ جمہور مفسرین کا موقف ہے کہ تطہیر بیت اللہ سے مراد اسے شرک اور بتوں سے پاک رکھنا ہے۔

مذکورہ آیت سے معلوم ہوا کہ تعمیر بیت اللہ کا مقصد توحید باری تعالیٰ کا اظہار واعلان کرنا ہے۔

دوسری جگہ حج کے لیے آنے والوں کو حکم دیا کہ وہ دین کو اللہ کے لیے خالص کرنے کا جذبہ لے کر حج کرنے آئیں، فرمان ہے، وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ. لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ. ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ.
ذَٰلِكَ وَمَنْ يُعَظِّمْ حُرُمَاتِ اللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ عِنْدَ رَبِّهِ وَأُحِلَّتْ لَكُمُ الْأَنْعَامُ إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ. حُنَفَاءَ لِلَّهِ غَيْرَ مُشْرِكِينَ بِهِ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ (الحج:.31-27)

ترجمہ: اور آپ لوگوں میں حج کا اعلان کر دیجیے تاکہ وہ آپ کے پاس پیدل چل کر اور دبلی اونٹنیوں پر سوار ہوکر ہر دور دراز علاقے سے آئیں۔ تاکہ وہ اپنے لیے دینی اور دنیاوی فوائد حاصل کریں، اور چند متعین دنوں میں ان چوپایوں کو اللہ کے نام سے ذبح کریں جو اللہ نے بطور روزی انہیں دیا ہے، پس تم لوگ اس کا گوشت کھاؤ اور بھوکے فقیر کو بھی کھلاؤ۔

پھر انہیں چاہیے کہ اپنے جسم کا میل صاف کریں اور اپنی نذر پوری کریں، اور بیت عتیق یعنی خانہ کعبہ کا طواف کریں۔ مذکورہ بالا باتیں لائق اہمیت ہیں، اور جو کوئی اللہ کی حرمتوں کا احترام کرے گا تو اس کا یہ عمل صالح اس کے رب کے نزدیک اجر وثواب کے اعتبار سے اس کے لیے زیادہ بہتر ہے، اور تمہارے لیے چوپایوں کو حلال کر دیا گیا ان کے جن سے متعلق اس قرآن کی آیتیں تمہارے سامنے تلاوت کی جاتی ہیں، پس تم لوگ گندگی یعنی بتوں کی عبادت سے بچو، اور جھوٹ بولنے اور بہتان تراشی سے بچو۔ درآنحالیکہ تم لوگ اللہ کے لیے موحد بن کر رہو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بناتا ہے وہ گویا آسمان سے گرتا ہے تو چڑیاں اسے فضا میں ہی اچک لیتی ہیں

یا تیز ہوا اسے کسی دور دراز جگہ پر پھینک دیتی ہے۔

مذکورہ آیت میں حج کرنے والوں کو تاکیدی حکم ہے کہ وہ خالص اللہ کے لیے اعمال حج کو انجام دیں۔اور شرک سے کلی اجتناب کریں۔

آیت مذکور میں حنفاء،حنیف کی جمع ہے، اور حنیف کہتے ہیں "المائل عن كل دين زائغ إلى دين الحق"۔ تمام ادیان باطلہ سے اعراض کرتے ہوئے دین حق کی طرف مائل ہونا۔کلمہ "حنفاء "اجتنبوا کے فاعل سے حال واقع ہے، جس سے شرک کی کلی نفی ہوجاتی ہے۔لیکن اس کے باجود آگے "غير مشركين به" حال مؤکد لاکر اللہ کے لیے عبادت کو خالص کرنے اور شرک سے اجتناب کرنے کو محکم ومؤکد کردیا گیا ہے۔

حج اور عقیدہ توحید میں مناسبت اس آیت کریمہ سے بھی واضح ہوتی ہے، وَأَذَانٌ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ أَنَّ اللَّهَ بَرِيءٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَرَسُولُهُ . (التوبة: 3)

ترجمہ: اور اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے لوگوں کے سامنے حج کے بڑے دن میں اعلان کیا جاتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کا مشرکوں سے اب کوئی تعلق نہیں رہا۔

سن 9ہجری میں فرضیت حج کے سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج ادا نہیں کیا۔اس لیے کہ خانہ کعبہ اور اس کے اطراف میں شرک وبت پرستی کے آثار موجود تھے، اور مشرکین مکہ برہنہ ہوکر بیت اللہ کا طواف کرتے اور اپنے معبودان باطلہ کے لیے تلبیہ وغیرہ پکارتے۔اسی سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیر حج مقرر کرکے دو باتوں کا حکم دے کر روانہ کیا۔

۱-اس سال کے بعد مشرکین حج نہیں کریں گے۔

۲- برہنہ ہوکر کوئی طواف نہ کرے۔پھر جب سورۃ توبہ کی ابتدائی آیتیں نازل ہوئیں تو نبی کریم نے حضرت علی کو بھی حضرت ابوبکر کے پیچھے روانہ فرمایا کہ وہ جاکر مشرکین سے کلی قطع تعلق کا اعلان کردیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں:

"بَعَثَنِي أَبُو بَكْرٍ فِي تِلْكَ الْحَجَّةِ فِي مُؤَذِّنِينَ يَوْمَ النَّحْرِ، نُؤَذِّنُ بِمِنًى أَلَا لَا يَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ، وَلَا يَطُوفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ. قَالَ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ: ثُمَّ أَرْدَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا، فَأَمَرَهُ أَنْ يُؤَذِّنَ بِـ (بَرَاءَةٌ) قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: فَأَذَّنَ مَعَنَا عَلِيٌّ فِي أَهْلِ مِنًى يَوْمَ النَّحْرِ: لَا يَحُجُّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ، وَلَا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ."(صحیح البخاری:369)

اس حج کے موقع پر مجھے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یوم نحر (ذی الحجہ کی دسویں تاریخ) میں اعلان کرنے والوں کے ساتھ بھیجا۔تاکہ ہم منیٰ میں اس بات کا اعلان کردیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرسکتا اور کوئی شخص ننگے ہو کر بیت اللہ کا طواف نہیں کرسکتا۔حمید بن عبدالرحمٰن نے کہا اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ وہ سورۃ برات پڑھ کر سنادیں اور اس کے مضامین کا عام اعلان کر دیں۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے ہمارے ساتھ نحر کے دن منیٰ میں دسویں تاریخ کو یہ سنایا

کہ آج کے بعد کوئی مشرک نہ حج کر سکے گا اور نہ بیت اللہ کا طواف کوئی شخص ننگے ہوکر کر سکے گا۔

اسی طرح شعائر حج سے بھی توحید باری تعالیٰ کا اعلان ہوتا ہے۔ مثلاً مسلمان حج کے پلیٹ فارم سے جو اعلان سب سے پہلے کرتے ہیں وہ توحید کی صدا ہے اور شرک کا ابطال ہے، چنانچہ وہ کہتے ہیں:

لبیک اللھم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمة لک والملک لا شریک لک میں تیرے سامنے حاضر ہوں اے اللہ! حاضر ہوں کوئی تیرا شریک نہیں میں حاضر ہوں، بے شک تمام تعریفیں اور نعمتیں تیرے ہی لئے ہیں اور بادشاہت بھی تیری ہی ہے تیرا کوئی شریک نہیں

مسلمان اس تلبیہ کو بلند آواز سے کہتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ اس کا مطلب اللہ وحدہ لاشریک لہ کو عبادت میں ایک جاننا اور شرک سے دور رہنا ہے تو جیسے اللہ انعام وعطاء میں لاشریک ہے اسی طرح وہ توحید میں بھی لاشریک اس کا کوئی شریک وہمسر نہیں، پس اس کے علاوہ کسی کو نہ پکارا جائے اس کے علاوہ کسی پر توکل نہ کیا جائے اور نہ کسی سے مدد مانگی جائے، عبادتوں کو اسی کیلئے خاص کیا جائے، تو جیسے بندے سے یہ مطالبہ ہے کہ وہ حج میں صرف اللہ جل شانہ کا تقرب حاصل کرے اسی طرح اس سے یہ بھی مطالبہ ہے کہ وہ اپنی تمام عبادتوں میں اس کی قربت کا خوگر ہو، تو جس نے بھی عبادات میں سے کوئی عبادت اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے لئے کی اس نے شرک کیا، اور وہ خسارے میں رہا اس کے اعمال غارت ہو گئے قیامت میں اس کا کوئی حیلہ کارگر ہوگا نہ اس کا فدیہ قبول ہوگا۔

اسلام نے ایک عظیم تلبیہ کا قانون مقرر فرمایا جس میں توحید باری تعالیٰ کا اقرار اور صغیر وکبیر شرک سے دوری کا عہد ہے، جبکہ بتوں کے پجاری مشرکین حج میں تلبیہ کہتے وقت شرک کیا کرتے تھے چنانچہ وہ لبيك لا شريك لك إلا شريكا هو لك تملكه و ما ملك کہا کرتے تھے۔

جس کا مطلب یہ ہوا کہ اے اللہ میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہ جو تیرا شریک ہے تو اس کا مالک ہے اور اُس چیز کا جس کا وہ (شریک) مالک ہے۔

پس وہ تلبیہ میں اللہ کے ساتھی ٹھہراتے اور ان کی ملکیت اللہ کیلئے گردانتے تھے، قرآن مجید میں اللہ رب العالمین نے یہی بیان فرمایا:

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ (سورۃ یوسف:106) ان میں سے اکثر لوگ باوجود اللہ پر ایمان رکھنے کے مشرک ہی ہیں۔ (دیکھئے دروس عقدية مستفادة من الحج ص:)

اسی طرح یوم النحر میں جانور ذبح کرتے ہوئے اللہ کا نام لینے کا حکم ہے تاکہ توحید کا اعلان ہو، فرمان الٰہی ہے۔

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ (الحج22:34)

ترجمہ: اور ہم نے ہر گروہ کے لیے قربانی کا دن مقرر کیا ہے، تاکہ اللہ نے انہیں جو جانور بطور روزی دیا ہے انہیں اللہ کا نام لے کر ذبح کریں، پس تمہارا معبود ایک اللہ ہے تو تم لوگ اسی کے سامنے جھکو اور اے نبی! آپ عاجزی و انکساری اختیار کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجیے۔

دوسری جگہ فرمایا: لَنْ يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنكُمْ كَذَٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِينَ (الحج22:37)

ترجمہ: اللہ تک نہ ان کا گوشت پہنچے گا اور نہ خون، صرف تمہارا تقوی اس تک پہنچے گا، اس نے جانوروں کو اس طرح اس لیے تمہارے تابع بنادیا ہے تاکہ اللہ نے تمہیں جو راہ راست پر ڈالا ہے اس کا شکر بجالاتے ہوئے تکبیر پڑھو، اور اے نبی! آپ بھلا کام کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجیے۔

اسی طرح نماز طواف میں سورہ کافرون اور سورہ اخلاص پڑھنا سنت ہے، صفا پر چڑھتے ہوئے خانہ کعبہ نظر آنے پر قبلہ رو ہو کر ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھنی ہے۔ "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ، أَنْجَزَ وَعْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ "(صحیح مسلم:.1218)

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کے دن کثرت سے کلمہ شہادت کا ورد کرنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: "أَفْضَلُ الدُّعَاءِ دُعَاءُ يَوْمِ عَرَفَةَ، وَأَفْضَلُ مَا قُلْتُ أَنَا وَالنَّبِيُّونَ مِنْ قَبْلِي: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ."(مؤطا امام مالک: 572)

۲-برے اخلاق سے نفس کو پاک کرنا

حج ایک تربیتی کورس کے مانند ہے، جس کے ذریعہ انسان برے اخلاق وعادت اور مذموم خصلتوں سے چھٹکارا حاصل کر لیتا ہے، اور نفس انسانی ہر طرح کے آلائش سے پاک وصاف ہو جاتا ہے۔فرمان الٰہی ہے:

"الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَعْلُومَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ"

حج کے چند معلوم مہینے ہیں، جس نے ان مہینوں میں اپنے اوپر حج کو فرض کر لیا وہ اثنائے حج جماع اور اس کے متعلقات، گناہ اور جنگ وجدال سے اجتناب کرے۔

اس آیت کریمہ میں دوران حج تین چیزوں سے منع کیا گیا ہے۔

۱-**رفث** جس کا معنی جماع کرنا، یا متعلقات جماع کی باتیں کرنا، یا فحش اور لغو کلام کرنا۔

۲-**فسق**،اس سے مراد ہر طرح کی معصیت، یا دوران احرام ممنوع امور کا ارتکاب، یا گالی گلوچ بکنا، یا بتوں کے لیے جانور ذبح کرنا، یا ایک دوسرے کو برے القاب سے پکارنا ہے۔

۳-**جدال**،اس سے مراد لڑائی جھگڑا، آپسی اختلاف، غصہ کا اظہار، یا آباءواجداد پر فخر کرنا ہے۔

دوران حج مذکورہ تمام باتوں سے کلی اجتناب کرنا ہے، اور ایسے ہی حج پر یہ نوید سنائی گئی ہے:مَنْ حَجَّ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ. (صحیح البخاری:) جس نے حج کیا اور پھر اس دوران میں اس نے نہ کوئی شہوت کی بات کی اور نہ اللہ کی کسی نافرمانی کا ارتکاب کیا تو وہ تمام گناہوں سے اس طرح پاک صاف ہو گیا، جس طرح وہ اس دن تھا، جس دن اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا۔

بعض مفسرین نے مذکورہ ممنوع امور کی حکمتیں تلاش

کرنے کی کوشش کی ہیں، ان کا کہنا ہے کہ انسان کے اندر چار طرح کی قوتیں پائی جاتی ہیں۔

۱-شہوانی بہیمی قوت
۲-غضبی قوت
۳-وہمی شیطانی قوت
۴-عقلی قوت

تمام شرعی عبادات کا مقصود ابتدائی تینوں قوتوں (شہوانی، غضبی، اور وہمی) کو مغلوب ومقہور کرنا ہے۔ چنانچہ (فلا رفث) سے شہوانی قوت (ولا فسوق) سے غضبی قوت اور (ولا جدال) سے وہمی قوت کو مغلوب کرنے کی طرف اشارہ ہے۔(تفسیر غرائب القرآن 555 /1)

۳-حصول تقوی وپرہیز گاری

یوم آخرت کے لیے بہترین توشہ، اولین وآخرین سب کے لیے اللہ کی وصیت تقوی ہے، اسی تقوی کا حصول حج کا ایک اہم مقصد اور ہدف ہے، قرآن کریم میں بیشتر مقامات پر احکام حج کو بیان کرتے ہوئے اللہ رب العالمین نے اسے تقوی سے جوڑ دیا ہے۔ سورہ بقرہ میں حج کے مسائل کو بیان کرتے ہوئے ارشاد ہے۔

۱-اور حج وعمرہ اللہ کے کے لیے پورا کرو، اگر تم روک دیئے جاؤ۔ تو قربانی کا جو جانور میسر ہوا سے ذبح کر، اور اپنے سر اس وقت تک نہ منڈاو جب تک قربانی کا جانور اپنی جگہ پر نہ پہنچ جائے، اگر تم میں سے کوئی مریض ہو، یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو تو بال منڈا لے اور فدیہ دے، چاہے تو روزے رکھے یا صدقہ دے یا قربانی کرے، اگر راستہ مامون ہے، تو جو کوئی تمتع کرے (یعنی عمرہ کی ادائیگی کے بعد احرام کھول دے پھر حج کے وقت حج کا احرام باندھے) اسے قربانی کا جو جانور میسر ہو ذبح کرے، اگر اسے جانور نہ ملے تو روزے رکھے، تین دن ایام حج میں، اور سات دن گھر واپس جانے کے بعد، یہ پورے دس روزے ہیں، یہ حکم ان کے لیے ہے جن کے اہل مسجد حرام کے آس پاس نہ ہوں

"وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ"

اور اللہ سے ڈرو، اور جان لو کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے(البقرة2:196)

۲-الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَعْلُومَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمْهُ اللَّهُ وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ وَاتَّقُونِ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ

حج کے چند معلوم مہینے ہیں، جس نے ان مہینوں میں اپنے اوپر حج کو فرض کر لیا وہ اثنائے حج جماع اور اس کے متعلقات، گناہ اور جنگ وجدال سے اجتناب کرے، اور تم جو نیکی بھی کرو گے اللہ اسے جانتا ہے اور زاد راہ (سفر کا خرچ) لے لیا کرو، بیشک سب سے اچھا زاد راہ تقویٰ ہے، اور اے عقل والو، مجھ سے ڈرتے رہو۔

۳- وَاذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَعْدُودَاتٍ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ (البقرة2:203)

اور گنتی کے چند دنوں میں اللہ کی یاد میں مشغول رہو، پس جو کوئی دو دن میں جلدی چلا گیا اس پر کوئی گناہ نہیں، اور جس نے جلدی نہیں کی اس پر بھی کوئی گناہ نہیں، اس کے

لیے جو متقی ہے، اور اللہ سے ڈرو، اور جان لو کہ تم لوگ اسی کے پاس جمع کیے جاؤ گے۔

۴- لَنْ يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنكُمْ كَذَٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِينَ (الحج 37:22)

ترجمہ: اللہ تک نہ ان کا گوشت پہنچے گا اور نہ خون، صرف تمہارا تقوی اس تک پہنچے گا، اس نے جانوروں کو اس طرح اس لیے تمہارے تابع بنادیا ہے تاکہ اللہ نے تمہیں جو راہ راست پر ڈالا ہے اس کا شکر بجالاتے ہوئے تکبیر پڑھو، اور اے نبی! آپ بھلا کام کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجیے۔

مذکورہ تمام آیتوں کا تعلق احکام حج سے ہے، ہر آیت میں اللہ تعالی نے تقوی وپرہیز گاری اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حج کا بنیادی مقصد حصول تقوی بھی ہے۔

۴- ذکر الٰہی

حج کا ایک اہم مقصد ذکر الٰہی بھی ہے، یعنی بندہ اپنے رب کو یاد کرے، دراصل تمام عبادات کا مقصد ہی ذکر الٰہی ہے۔ اسی لیے حج کے تمام مناسک تحمید، تہلیل، تکبیر سے بھرے پڑے ہیں۔ یوم النحر میں جانور ذبح کرنے پر ذکر الٰہی کا حکم ہے۔ لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ (الحج 28:22)

وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا صَوَافَّ (الحج: 36)

اسی طرح طواف اور سعی صفا ومروہ اور رمی جمار کے وقت ذکر الٰہی کا حکم ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "إِنَّمَا جُعِلَ الطَّوَافُ بِالْكَعْبَةِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَرَمْيُ الْجِمَارِ لِإِقَامَةِ ذِكْرِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ " (مسند احمد: 24468۔قال محققوہ اسنادہ حسن)

ترجمہ: طواف کعبہ اور صفا ومروہ کے درمیان سعی، اور رمی جمار فقط ذکر الٰہی کے لیے مشروع کئے گئے ہیں۔

یعنی ان متبرک مقامات پر کثرت سے ذکر الٰہی کا ورد کیا جائے، اور ان مقامات پر ذکر الٰہی کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ رمی جمار اور صفا ومروہ کے مابین سعی بظاہر ایک فعل ہے، جس سے عبادت کی جھلک نہیں ملتی، جبکہ ان کی مشروعیت عبادت کی غرض سے ہے، اس لیے ان میں ذکر الٰہی کا خصوصی حکم ہے۔(تحفۃ الاحوذی)۔

مناسک حج کی ادائیگی کے بعد بھی ذکر الٰہی کا حکم ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

فَإِذَا قَضَيْتُمْ مَنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا(البقرۃ:200)

ترجمہ: جب اعمال حج پورے کرلو تو اللہ کو اس طرح یاد کرو جس طرح اپنے باپ دادوں کو یاد کرتے ہو یا اس سے بھی زیادہ یاد کرو، بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں دے اور ان کے لیے آخرت میں

کوئی حصہ نہیں ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اعمال حج سے فراغت کے بعد ذکر کا حکم دیا ہے، کہ اللہ کی توفیق سے یہ عظیم عبادت پوری ہوگئی تو اس کا شکر بجالانا چاہیے۔ اہل جاہلیت کا دستور تھا کہ مزدلفہ سے منیٰ واپسی کے بعد جمرات کے پاس میلہ لگاتے اور اپنے آباء واجداد کی شان میں قصیدے پڑھتے، حالانکہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اللہ کو یاد کرتے، اسی لیے اللہ نے مسلمانوں کو یہ تعلیم دی کہ وہ اللہ کو یاد کریں، اس لیے کہ ذکر و شکر کا وہی اکیلا حقدار ہے۔ اس لیے کنکری مارنے کے بعد جب حجاج قربانی، بال منڈانے، طواف زیارت اور صفاومروہ کی سعی سے فارغ ہوکر منیٰ میں قیام پذیر ہوجائیں تو اللہ کے ذکر میں مشغول رہیں۔(تفسیر تیسیر الرحمٰن لبیان القرآن)

۵- مسلمانوں میں اخوت وبھائی چارگی کو زندہ کرنا

تمام مسلمان مشرق ومغرب کی آپسی دوری اور رنگ ونسل میں فرق کے باوجود ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہیں، ایک دوسرے کے معاون ومددگار ہیں، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ (الحجرات:10)۔

مسلمانوں کی آپسی اخوت وبھائی چارگی دوران حج نظر آتی ہے، دنیا کے اطراف واکناف سے آئے ہوئے اللہ کے بندے آپسی رنگ ونسل، حسب ونسب اور جاہ ومنصب کی تمیز وتفریق مٹا کر سب ایک ہی لباس، اور ایک ہی وضع قطع میں نظر آتے ہیں، سب اللہ کی رحمت کے طلبگار ہوتے ہیں، سب اللہ کے حضور آکر عاجز وبے بس ہوتے ہیں۔ جو دراصل ایک پیغام ہے کہ مسلمانان عالم اسی طرح زندگی کے تمام امور میں آپسی رنگ ونسل کی تفریق مٹا کر ایک امت اور ایک قوم بن جائیں، ایک دوسرے کو سہارا دیں، غریبوں اور کمزوروں پر دست شفقت دراز کریں۔ مظلوموں کا سہارا بنیں، اور کسی بھی ومصیبت میں سب ایک ساتھ اٹھ کھڑے ہوں۔

۶- دنیوی واخروی منفعت کا حصول

حج کا ایک ہدف اور مقصد دینی اور دنیوی فوائد ومنافع کو حاصل کرنا ہے۔

اسی ضمن میں اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہیں: وَأَذِّن فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ *لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ *ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ) (سورة الحج: 27-29) ترجمہ: لوگوں میں حج کی منادی کردے لوگ تیرے پاس پا پیادہ بھی آئینگے اور دبلے پتلے اونٹوں پر بھی دور دراز کی تمام راہوں سے آئیں گے۔ اپنے فائدے حاصل کرنے کو آجائیں اور ان مقررہ دنوں میں اللہ تعالیٰ کا نام یاد کریں ان چوپایوں پر جو پالتو ہیں، پس تم آپ بھی کھاؤ اور بھوکے فقیروں کو بھی کھلاؤ پھر وہ اپنا میل کچیل دور کریں اور اپنی نذریں پوری کریں اور اللہ تعالیٰ کے قدیم گھر کا طواف کریں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حج دینی اور دنیاوی منافع سے پر ہے، اللہ کے قول وليَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ ?میں

لام تعلیل ھے جو اللہ تعالیٰ کے قول ?وَأَذِنَ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ) سے متعلق ہے تو معنی یہ ہوگا کہ اگر آپ ان میں حج کی منادی کریں گے تو وہ پیدل اور سوار اپنے منافع وفوائد کو حاصل کرنے کیلئے حاضر ہونگے۔

آیت کریمہ میں منافع "منفعة " کی جمع ہے اور پھر منافع کو نکرہ لایا گیا ہے جس سے مراد یہ ہے کہ خاص اس عبادت کے دینی اور اخروی فوائد کسی اور عبادت میں اکٹھے جمع نہیں ہوئے۔

ابن ابی حاتم نے تفسیر میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لهم کے ضمن میں ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ دنیا کے منافع اور آخرت کے منافع، آخرت کے منافع رضائے الٰہی ہے، اور رہے دنیا کے منافع تو قربانیوں کا گوشت پوست اور تجارت وغیرہ۔ (الدر المنثور: 6/ (37)

امام عبد الرزاق نے امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے (لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لهم) کی تفسیر میں نقل فرمایا کہ مراد تجارت ہے اور وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہو دنیا اور آخرت کے امور سے (تفسیر عبد الرزاق 36/ 3)

علامہ ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ کی تفسیر میں کہ مراد آخرت کا اجر اور دنیا کی تجارت ہے۔ (جامع البیان: (10/ 147

تو جو منافع حجاج کو حج بیت اللہ میں ہوتے ہیں مختلف اقسام کے ہیں۔ دینی منافع عبادات وطاعات کی قبیل سے ہیں جو اس کے علاوہ کسی اور عبادات میں نہیں ہوتے۔ اور دنیوی منافع جو کسب حلال اور کمائی کی حیثیت سے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ رب العالمین نے سورۃ بقرۃ میں حج کی آیات کے سیاق میں ارشاد فرمایا:

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ (سورۃ البقرۃ:198)

تم پر کوئی حرج نہیں کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو"

ابوداؤد وغیرہ نے ابن عباس رضی اللہ سے روایت کیا ہے کہ لوگ موسم حج میں تجارت اور خرید وفروخت کرنے سے پرہیز کرتے تھے ان کا کہنا تھا کہ یہ ذکر اللہ کے ایام ہیں تو اللہ تعالیٰ نے (لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ) نازل فرمایا۔(سنن ابی داؤد:1734)

شیخ محمد الامین الشنقیطی فرماتے ہیں علماء تفسیر متفق ہیں کہ اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ حاجی پر کوئی حرج نہیں کہ وہ ایام حج میں تجارت کرے، بشرطیکہ مناسک حج ادا کرنے سے تجارت مانع نہ ہو۔(اضواء البیان(489 /5)۔

حج سے حاصل۔ہونے والے دینی فائدے

۱-گناہوں کی مغفرت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"مَنْ حَجَّ لِلَّهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمَ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ "۔(صحیح البخاری1521)

"وَأَنَّ الْحَجَّ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ"(صحیح مسلم: 121) حج ماقبل کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

۲-جنت میں داخلہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"الْعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا، وَالْحَجُّ الْمَبْرُورُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ "۔(صحیح البخاری:1773)

۳- حصول تقوی

فرمان الٰہی ہے:

ذَٰلِكَ وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ (الحج22:32)

۴-دعاء کی قبولیت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

" الْغَازِي فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْحَاجُّ وَالْمُعْتَمِرُ وَفْدُ اللَّهِ، دَعَاهُمْ فَأَجَابُوهُ، وَسَأَلُوهُ فَأَعْطَاهُمْ" (سنن ابن ماجہ: 2893 حکم الحدیث:حسن)۔

۵- مجاہدین کے مثل اجر ملنا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جِهَادُ الْكَبِيرِ وَالصَّغِيرِ، وَالضَّعِيفِ وَالْمَرْأَةِ: الْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ "۔ (سنن النسائی: 2626 حکم الحدیث:حسن)

۶-جہنم سے آزادی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"مَا مِنْ يَوْمٍ أَكْثَرَ مِنْ أَنْ يُعْتِقَ اللَّهُ فِيهِ عَبْدًا مِنَ النَّارِ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ، وَإِنَّهُ لَيَدْنُو، ثُمَّ يُبَاهِي بِهِمُ الْمَلَائِكَةَ، فَيَقُولُ: مَا أَرَادَ هَؤُلَاءِ "۔ (صحیح مسلم1348)

دنیوی منافع

۱-مادی فائدہ جیسے تجارت وغیرہ

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ (البقرۃ:198)

۲-قربانی کے جانور کے گوشت وغیرہ حاصل کرنا

فرمان الٰہی ہے:

لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ (الحج22:33)

۳-فقراء ومساکین کے ساتھ مواسات کرنا

فرمان الٰہی ہے:

فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ(الحج:28)

۴-ایک دوسرے سے تعارف

فرمان الٰہی ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ (الحجرات49:13)

علامہ شنقیطی فرماتے ہیں:

حج کے منافع میں سے، دنیا کے مختلف حصوں سے ایک متعینہ اوقات اور جگہ میں مسلمانوں کا یکجا ہونا ہے تاکہ اسلامی وحدت سے مانوس ہوں، اور دینی ودنیوی امور میں ایک دوسرے سے استفادہ کریں۔(اضواء البیان 5/483)

اخیر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے آمین، وصلی اللہ علی النبی۔

☆☆☆

قربانی ایک عظیم عبادت

ابوصالح دل محمد سلفی

جامعہ سلفیہ بنارس

قربانی ایک عبادت ہے جس میں اللہ تعالی کے نام پر جانور ذبح کر کے اللہ کی رضا اور اس کا تقرب حاصل کیا جاتا ہے، اس عظیم عبادت کی مشروعیت گذشتہ تمام ادیان و مذاہب میں رہی ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: **ولکل امة جعلنا منسکا لیذکروا اسم الله علی ما رزقهم من بهيمة الانعام.** اور ہم نے ہر امت کے لئے قربانی کے طریقے مقرر کئے ہیں تاکہ وہ ان چوپائے جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے انہیں عطا کیا ہے۔(الحج:۳۴)

شریعت اسلام میں قربانی کی غیر معمولی اہمیت ہے، اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: **فصل لربک وانحر.** اپنے رب کے لئے نماز پڑھئے اور قربانی کیجئے (الکوثر:۲)

قربانی کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ پیارے حبیب جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے زندگی بھر اس کی پابندی کی حتی کہ غربت و مفلسی کی حالت میں بھی آپ ﷺ نے اس کا اہتمام کیا، اور امت مسلمہ کو اس کی پابندی کی سخت تاکید کی اور فرمایا: "من وجد سعة فلم يضح فلا يقربن مصلانا" جو شخص وسعت و طاقت کے باوجود قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب بھی ہرگز نہ آئے (رواہ ابن ماجہ عن ابی ہریرۃ) نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "يا ايها الناس ان على كل أهل بيت في كل عام أضحية" اے لوگو! ہر گھر والوں پر، ہر سال قربانی کرنا مشروع ہے۔(ابوداود، ترمذی)

معلوم ہوا کہ مذہب اسلام میں قربانی کی بڑی اہمیت اور تاکید ہے، لیکن انتہائی افسوس اور بڑے دکھ کی بات ہے کہ اسلام مخالف مغربی ذہنیت اور مادہ پرستانہ سوچ رکھنے والے کچھ ناعاقبت اندیش نام نہاد مسلمان ایسے ہیں جو قربانی کی اہمیت کے خلاف زبان درازی کرتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ قربانی میں کڑوروں روپے خرچ ہو جاتے ہیں جس سے قوم کا بہت بڑا سرمایہ ضائع و برباد ہو جاتا ہے، اگر یہی سرمایہ قومی ترقی، سماجی خدمات اور رفاہ عامہ کے کاموں پر صرف کیا جائے تو یہ ملکی پیمانے پر قوم کے لئے بڑا مفید اور سودمند ہوگا، اور اس سے سماج کے بڑے بڑے کام انجام پاسکیں گے جو کہ شریعت و انسانیت ہر اعتبار سے عظیم الشان کار خیر و کار ثواب ہوگا۔

یقیناً قربانی کی اہمیت کو ختم کرنے یا گھٹانے والی مذکورہ غیر معقول سوچ، بے تکی گفتگو، بے ڈھنگا نظریہ اور غیر صحیح فکر دین اسلام سے بعد و دوری اور علم دین سے ناواقفیت اور جہالت و حماقت کا لازمی نتیجہ ہے، درحقیقت ان مذہب بیزاروں کو معلوم ہی نہیں ہے کہ عبادتیں توقیفی و من جانب اللہ اور مستقل ہیں، کسی بھی عبادت کی مقررہ کیفیت و طریقہ جو قرآن وحدیث سے ثابت ہے اسے ازخود بدلنے اور من پسند

شکل دینے کی اجازت وگنجائش شریعت مطہرہ میں قطعی نہیں ہے، نیز دنیا کی وقتی ترقی کو معراج زندگی سمجھنے والے کوتاہ بیں حضرات اس حقیقت سے بالکل نا آشنا ہیں کہ دین اسلام کے تمام احکام و مسائل، فرائض وواجبات اور سنن ونوافل کی مشروعیت دوررس نتائج اور فوائد وثمرات پر مبنی ہیں، شریعت کا کوئی حکم اسرار وحکم اور افادیت سے خالی نہیں ہے بلکہ جملہ دینی احکام کے پیچھے مفید مقاصد اور قیمتی فلسفے ہیں، زیر نظر تحریر میں قربانی کے اسرار وحکم اور فلسفے وفوائد نذر قارئین کئے جارہے ہیں وماتوفیقی الاباللہ

(۱) قربانی درحقیقت یادگار ہے اولوالعزم پیغمبر سیدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے جذبہ فداکاری کا جنہوں نے ابتلاء وآزمائش سے پُر اپنی زندگی رب کی رضاء و بندگی کے لئے وقف کررکھی تھی، تقرب الی اللہ کے حصول کے لئے انہوں نے توحید مخالف ہر بادتند کا مقابلہ کیا، ان کی توحید اس قدر قوی اورعزم واستقلال اتنا پختہ تھا کہ وہ اپنی قوم اور مخالفین کی عداوت ومخالفت اور دھمکی سے ذرہ برابر بھی متاثر نہیں ہوئے اور نہ ہی بادشاہ وقت کے ظالمانہ برتاؤ سے خوف زدہ ہوئے، وہ ایمان ویقین اور اعتماد وتوکل علی اللہ کے ایسے مضبوط چٹان تھے کہ نار نمرود میں بے دھڑک کود پڑے اور دین وتوحید کی خاطر قوم کے لوگوں اور وطن کو خیر آباد کہہ دیا لیکن توحید کے خلاف کوئی سمجھوتہ کیا نہ کوئی مصالحت بلکہ مخالفین کے ہر سوال کا دندان شکن جواب دیا۔

کعبہ کے معمار اول سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی پوری زندگی ابتلا وآزمائش کے گھیرے میں تھی، اللہ تعالیٰ نے قدم قدم پر ان کا سخت سے سخت امتحان لیا، لیکن سب سے بڑا اور کٹھن امتحان قربانی کا تھا جس میں اللہ تعالی نے اپنے خلیل کو ان کے اکلوتے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو فی سبیل اللہ ذبح کرنے کا حکم دیا، حکم الٰہی کی تکمیل میں اللہ کے خلیل نے ایثار وقربانی اور فداکاری کا ایسا نمونہ پیش کیا جس کی نظیر پیش کرنے سے دنیا آج تک قاصر ہے محض رب کی رضا کے لئے نوے سال کے بوڑھے باپ کے ہاتھ کی چھری اکلوتے بیٹے کی گردن پر چلنے لگتی ہے، تاریخ شاہد ہے کہ یہ خالق ومخلوق کے درمیان خلت ومحبت اور جانثاری کا ایک ایسا انوکھا منظر تھا جس کا نظارہ کائنات نے کبھی نہیں کیا تھا نہ آسمان زمین نے دیکھا تھا نہ ملائکہ ودیگر مخلوقات کے مشاہدہ میں آیا تھا، پھر بالآخر وہی ہوا جو اللہ کو منظور تھا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ میڈھا کی قربانی ہوگئی، رب ذوالجلال کو اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ ادائے خلت وسلیقہ محبت اس قدر پسند آیا کہ رہتی دنیا تک اس سنت ابراہیمی کو جاری وساری کردیا، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دربار الٰہی میں اس قدر پذیرائی ہوئی اور اتنا بلند مقام ملا کہ آپ کے بعد جتنے انبیاء ورسل مبعوث ہوئے وہ سب کے سب آپ ہی کی نسل میں ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے اس خلیل کا ذکر خیر قرآن جیسی مقدس ترین کتاب میں انہتر (69) بار کیا ہے۔

شریعت اسلامیہ میں مشروعیت قربانی کا مقصد اساسی محض گوشت خوری نہیں ہے جیسا کہ بعض کوتاہ نظروں نے سمجھ لیا ہے بلکہ اس کا فلسفہ اور راز یہ ہے کہ اس کے ذریعے مسلمانوں کے اندر حکم الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کا جذبہ صادق بیدار ہو، براہیم سا ایماں پیدا ہو، جانثاری وفداکاری میں ابراہیمی صفات پیدا ہوں، اللہ کے لئے سب کچھ لٹانے کی ایمانی قوت پیدا ہو، مشرکانہ عقائد واعمال کی بیخ کنی اور اس کی خاطر ہر طرح

کی مخالفتوں، عداوتوں اور رکاوٹوں کا مقابلہ کرنے اور مصائب و آلام کو جھیلنے، صبر وضبط کرنے اور توکل علی اللہ کی ایمانی طاقت و حرارت پیدا ہو، لہذا ہر بندہ مومن کو چاہئے کہ پیارے حبیب جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق عید الاضحیٰ میں قربانی کا اہتمام کرے اور دل میں یہ جذبہ لیتے ہوئے قربانی کے جانور کو ذبح کرے کہ آج اللہ کے حکم کی تعمیل میں جانور کی قربانی کر رہے ہیں، ضرورت پڑے تو ایمان واسلام کے لئے، دین ومذہب کے لئے، ملک وملت کے لئے، سماج ومعاشرہ اور انسانیت کے لئے تن من دھن اور جان ومال کی قربانی کردیں گے اور اللہ کا یہ فرمان عزم مصمم بن جائے۔ ''إن صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی لله رب العالمین لا شریک له'' میری نماز میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا اللہ رب العالمین کے لئے ہے جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔(الانعام:۱۶۲)

(۲) بلاشبہ انسانیت کی خدمت دین اسلام کی بنیادی اور اہم تعلیمات میں سے ہے، قرآن وحدیث میں اللہ اور اس کے رسول اللہ نے معاشرہ کے حاجت مندوں ونا داروں، معذوروں و بے سہاروں اور خستہ حال و بدحال لوگوں کی امداد وخبر گیری، کفالت وخیر خواہی اور مریضوں کی عیادت ومزاج پرسی کا وجوبی حکم اور تاکیدی ترغیب دی ہے نیز اس کی غیر معمولی فضیلتیں اور بڑی بڑی بشارتیں سنائی ہیں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: **فأما الیتیم فلا تقهر وأما السائل فلا تنهر**. یتیم کے ساتھ شدت سختی کا رویہ نہ اختیار کرو اور نہ ہی سوال کرنے والے کو ڈانٹ ڈپٹ کرو۔(الضحیٰ:10،9) اللہ تعالیٰ نے اچھے اور نیک لوگوں کی صفات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: **ویطعمون الطعام علی حبه مسکینا ویتیما و أسیراء انما نطعمکم لوجه الله لانرید منکم جزاء ولا شکورا.** اللہ کے نیک بندے اللہ کی محبت میں مسکین ویتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) ہم تمہیں محض اللہ کی رضا جوئی کے لئے کھانا کھلاتے ہیں، ہم تم سے بدلہ چاہتے ہیں نہ شکر گزاری (الدہر:۸،۹) نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: "الساعی علی الأرملة والمسکین کالمجاهد فی سبیل الله... وکالقائم الذی لا یفتر والصائم الذی لا یفطر" بیواؤں اور مسکینوں کی خبر گیری کرنے والا اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے۔ اور اس عبادت کرنے والے کی طرح ہے جو کبھی سست نہیں ہوتا اور اس روزے دار کی طرح ہے جو کبھی ناغہ نہیں کرتا ہے۔(بخاری ومسلم) نیز آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: "ارحموا من فی الأرض یرحمکم من فی السماء" (ترمذی:۱۹۲۴) دنیا والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا۔ اور ایک روایت میں ہے۔ "من لا یرحم لا یرحم" (متفق علیہ) جو دوسروں پر رحم نہیں کرتا ہے وہ اللہ کی نظر میں قابل رحم نہیں ہوتا ہے۔

قربانی سے متعلق احکام ومسائل اور ہدایات وتنبیہات کا باریک بینی سے مطالعہ کرنے والے پر یہ حقیقت واشگاف ہو جائے گی کہ مذہب اسلام نے قربانی کی مشروعیت کے ذریعے دراصل مسلمانوں کو بنی نوع انسان پر رحم وکرم کرنے، ان کے ساتھ مشفقانہ برتاؤ وخیر خواہانہ رویہ اختیار کرنے اور غریبوں و فقیروں اور کمزور لوگوں کی اعانت و مدد کرنے وغیرہ انسانی خدمات کے عادی وخوگر بنانے کی ترغیب دی گئی ہے اور اس کے لئے انتہائی حکیمانہ انداز سے ذہن سازی کی گئی ہے۔

چنانچہ اللہ احکم الحاکمین نے سلیقہ قربانی کی بایں الفاظ

ہدایت فرمائی: فاذكروا اسم الله عليها صواف فاذا وجبت جنوبها فكلوا منها وأطعموا القانع والمعتر، كذالك سخرنها لكم لعلكم تشكرون. تم ان پر (قربانی کے اونٹ پر) کھڑا کھڑا اللہ کا نام لو اور نحر وذبح کرو پھر جب (اس کا سارا خون بہہ جائے اور اس کی روح مکمل طور پر جسم سے نکل جائے اور) ان کے پہلوز مین سے لگ جائے تو (یعنی زمین پر گر جائے تب اسے کاٹنا شروع کرو) پھر تم ان میں سے خود بھی کھاؤ اور مسکینوں کو بھی کھلاؤ خواہ وہ مانگنے والے ہوں یا نہ ہوں، اسی طرح ہم نے چوپایوں کو تمہارے ماتحت کر دیا ہے تاکہ تم اللہ کا شکریہ ادا کرو۔الحج:۳۶)۔

مذکورہ آیت میں قربانی کے گوشت کو دوسروں کو کھلانے کی جو ہدایت وترغیب دی گئی ہے اور اس کے ذریعے انتہائی باریک اور غیر محسوس طریقے سے جو ہمدردی وغمخواری کی ذہن سازی کی گئی ہے، عہد رسالت میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین قربانی کرتے وقت اس کو ملحوظ رکھتے، چنانچہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ بیان فرماتے ہیں: "كان الرجل يضحى بالشاة عنه وعن أهل بيته فيأكلون ويطعمون" (عہد رسالت میں آدمی اپنی اور اپنے اہل خانہ کی طرف سے ایک بکری کی قربانی کرتا تھا پھر وہ خود بھی کھاتے اور دوسروں کو بھی کھلاتے تھے۔(ترندی)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قربانی کا حکم جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو دیا ہے وہ یوں ہی بے مقصد نہیں ہے اور نہ اس میں مال کی بربادی ہے بلکہ وہ دوررس نتائج پر مبنی اور حکمت بالغہ اور عظیم فوائد پر مشتمل ہے، لہذا ہر صاحب ایمان کو چاہیے کہ قربانی کا اہتمام کرے اور قربانی کا مقصد محض گوشت خوری یار یا ونمود نہ سمجھے بلکہ رب کی رضاء کے لئے حکم الٰہی کی تعمیل میں بلا چوں چرا سر تسلیم خم کرے اور اپنے اندر رحم وکرم کرنے اور ایثار علی النفس و توکل علی اللہ کا جذبہ پیدا کرنے کی مخلصانہ نیت سے قربانی کا جانور ذبح کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے یہاں نیت کا اعتبار ہے، قربانی کے خون وگوشت کی کوئی حقیقت وحیثیت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: لن ينال الله لحومها ولا دمائها ولكن يناله التقوى منكم. اللہ کے یہاں قربانی کا گوشت پہونچتا ہے نہ خون بلکہ اللہ کے یہاں تمہارا تقویٰ پہونچتا ہے۔(الحج:۳۷)

(۳) عید الاضحیٰ میں قربانی کرنے اور اس کے گوشت کے تعلق سے کھانے کھلانے کا حکم شریعت اسلام نے جس انداز سے دیا ہے اس میں غور وخوض کرنے سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ مذہب اسلام نے اس کے ذریعہ اظہار مسرت کے مناسب طریقہ کی طرف رہنمائی کی ہے کہ خوشیاں منانے میں صرف اپنا ہی نہیں بلکہ دوسروں کا بھی خیال کرنا چاہئے اور خوشی کی حسین گھڑی میں بنی نوع انسان کے اس طبقے کی طرف بھی نظر التفات کرنی چاہئے جو اقتصادی اعتبار سے کمزور ہیں، تاکہ وہ احساس کمتری میں مبتلا نہ ہوں اور انسانیت کی عزت افزائی ہو، تحقیر وتذلیل نہ ہو، نیز مسائل قربانی میں اس بات کی بھی ہدایت دی گئی ہے کہ خوشیوں کے موقع پر فضول خرچی ومال کی بربادی نہ ہونے پائے بلکہ جو بھی خرچ ہو وہ انسان کے کام میں ہو، یوں ہی بے فائدہ و بے سود نہ ہو جیسا کہ غیر اسلامی تہوار میں پٹاخوں، رنگوں اور بتیوں وغیرہ میں مال کثیر بربادی کی نظر ہو جاتا ہے اور اس سے انسانوں میں کسی کا کوئی کام نہیں بنتا ہے، نہ امیروں کا نہ غریبوں کا، نہ کھانے میں نہ پینے میں، نہ کسی اور چیز میں اللہ ہمیں ان حقائق کو سمجھنے کی توفیق بخشے۔ آمین ☆☆

غیبت کی مذمت

محمد محبّ اللہ بن محمد سیف الدین المحمدی
سپول، بہار

غیبت کی لغوی تعریف: من الغيب ،وهو تستر الشئى عن العيون (مقايس اللغة ٤٠٣/٤)
والغيبة والاغتياب مصدر اغتاب ،يغتاب ،وسمع فيه ،غابه يغيبه اذا عابه وذكرمنه مايسؤ ،(لسان العرب ١٤٨/٢)
غیبت کا مطلب: آنکھوں سے مستور ومخفی شئی، کسی چیز کو آنکھوں سے چھپانا، غیبت یعنی کسی کی عیب، نقص، کمی، عادت، یا کسی کا ایسا عیب بیان کرنا جو اس کو برا لگے۔
وضاحت: کسی کی عدم موجودگی میں اس کا ناپسندیدہ تذکرہ چغلی یا غیبت کہلاتا ہے۔ چغلی اردو زبان کا لفظ ہے، جس کو عربی میں نمیمۃ، وشایۃ، غیبۃ اور قتیۃ کہا جاتا ہے
احادیث مبارکہ میں اس کے لیے غیبہ اور نمیمہ، جب کہ چغل خور کے لیے لفظ قتات اور نمام استعمال ہوا ہے۔
اردو لغات میں چغلی کی دو طرح سے تعریف کی گئی ہے:
ایک یہ کہ، پیٹھ پیچھے کسی کی بدخوئی کرنا۔
دوسرا یہ کہ، چغلی اس کنکر کو کہا جاتا ہے جسے چلم میں تمبا کو کے نیچے رکھتے ہیں۔
(بحوالہ فیروز اللغات صفحہ نمبر 310)
بظاہر لفظ نمیمۃ'، 'غیبۃ' اور 'قتیۃ' ہم معنی لگتے ہیں، لیکن سلف صالحین نے ان کے درمیان ایک لطیف سا فرق بیان کیا ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں :
قتات اور نمام میں فرق ہے۔ نمام اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی مجلس میں موجود ہو اور وہاں جو کچھ دیکھے اور سنے اسے دوسری جگہ بیان کرے۔ اور قتات اس شخص کو کہتے ہیں جسے کسی چیز کا بلاواسطہ علم نہ ہو، وہ محض سنی سنائی بات کو دوسروں سے نقل کرتا پھرے۔
امام غزالی کہتے ہیں: جس شخص تک کوئی بات پہنچائی جائے اسے چاہیے کہ وہ چغلی کرنے والے کی تصدیق نہ کرے اور جس کے بارے میں چغلی کی گئی ہے اس سے بدگمان نہ ہو اور جو بات پہنچائی گئی ہے خواہ مخواہ اس کی تحقیق میں نہ لگے۔ وہ چغلی کرنے والے کو منع کرے، اس فعل کو برا سمجھے اور چغلی کرنے والا اگر اپنے فعل سے باز نہ آئے تو اس سے نفرت کرے اور جس کام سے اس نے چغل خور کو منع کیا ہے اسے خود کرنے میں نہ لگ جائے کہ وہ دوسروں سے چغلی کرنے لگے۔
چغلی اور غیبت میں کچھ فرق ہے۔ چغلی یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کا حال فساد کی نیت سے اس کی مرضی کے خلاف بیان کرے، خواہ اس شخص کو اس کا علم ہو یا نہ ہو۔ اور غیبت یہ ہے کہ دوسرے شخص کے بارے میں اس کی غیر

موجودگی میں ایسی بات کہی جائے جو اسے پسند نہ ہو، گویا چغلی میں فساد کی نیت لازمی شرط ہوتی ہے جب کہ غیبت میں یہ شرط نہیں ہے۔ اور غیبت میں شرط یہ ہے کہ وہ بات دوسرے کی غیر موجودگی میں کہی جائے، جب کہ چغلی میں یہ شرط نہیں ہے۔

(فتح الباری,10/473 واحیاء علوم الدین,3/156)

غیبت کی حد اور اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے غزالی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

قال الغزالی:إعلم ان حد الغيبة ، أن تذكر أخاك بما يكرهه لو بلغه، سواء ذكرت نقصاً فی بدنه أو فی نسبه، أو فی خَلقه أو فی فعله أو فی قوله أو فی دينه ،أو فی دنياه ،وحتى فی ثوبه، وداره ،ودابته.

(احیاء علوم الدین ۵/۱۲)

کہ، غیبت یہ بھی ہے کہ آپ اپنے کسی بھائی کے متعلق ایسی بات کریں جو اس کو ناپسند ہو، اگر اس تک آپ کی خبر پہنچتی ہو تو وہ ناراضگی کا اظہار کرتا ہو، چاہے آپ ان کے حسب ونسب میں نقص وکمی پر اظہار خیال فرمائیں ،یا قول وفعل ،عادت واطوار ،جسم وبدن ، اسکے دینی ودنیوی معاملات حتی کہ اسکے گھر، کپڑے مکان، گاڑی، مال مویشی وغیرہ کے سلسلے میں تبصرے کرے، عیب نکالے، یا کوئی ایسی بات پھیلائے جو اسکو ناپسند ہو تو یہ ساری چیزیں غیبت کے زمرے میں داخل ہوتی ہیں۔

معزز قارئین: جس طرح کسی کی جان اور مال کو نقصان پہچانا حرام ہے اسی طرح کسی کی عزت و آبرو کو نقصان پہنچانا بھی حرام ہے۔ غیبت کسی شخص کی غیر موجودگی میں اس کی عزت پر ایک حملہ ہے جس سے کسی کی عزت کو نقصان پہنچتا ہے۔ اس لئے غیبت حرام ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان کو انتہائی قیمتی نعمتوں سے نوازا ہے۔ ان میں سے ایک نعمت زبان ہے۔ جس کا صحیح استعمال انتہائی خوشگوار نتائج پیدا کرتا ہے۔ لیکن اگر اسے غلط استعمال کیا جائے تو ہر قسم کے فساد اور خرابی کی جڑ بن جاتی ہے۔ لہذا اللہ تعالی نے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان کی حفاظت پر بہت زور دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

?وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَکَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَـٰئِکَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُولا (الإسراء۳۶)

" کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمھیں علم نہ ہو یقیناً۔ آنکھ، کان، اور دل، سب سے باز پرس ہوگی۔"

دوسرے مقام پر فرمایا:

إِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيَانِ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ لشِّمَالِ قَعِيد. مَّا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيد . (ق ۱۷-۱۸)

کہ " کوئی لفظ زبان سے نہیں نکلتا مگر یہ کہ محفوظ کرنے کے لئے ایک حاضر باش نگران موجود ہوتا ہے۔" (یعنی جو لفظ بھی زبان سے نکلتا ہے، اسے ضبط کرنے والا ایک حاضر باش نگران موجود ہوتا ہے)

ایک اور مقام پر یوں ارشاد ہوا:

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ. الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ

خَٰشِعُون.وَالَّذِينَ هُمۡ عَنِ للَّغۡوِ مُعۡرِضُونَ (المؤمنون ۱-۳)

"یقیناً فلاح پائی ایمان والوں نے جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے اورلغویات سے دور رہتے ہیں۔"

مسلمان کی عزت!

مسلمان کی عزت کا کیا مقام ہے؟ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کیا مقام دیا ہے؟۔اس کے لئے مندرجہ ذیل احادیث کا مطالعہ ضروری ہے۔

۱۔ عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم): (المسلم أخو المسلم؛ لا يخُونُه ولا يَكذِبُه ولا يخذُلُه، كلُّ المسلم على المسلم حرامٌ:عِرضُه وماله ودمه، التقوى هاهنا، بحسْبِ امرء من الشرِّ أن يَحقِرَ أخاه المسلم()؛ رواه الترمذی وقال : حديث حسن.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، لہٰذا خیانت نہ کرے، دروغ گوئی نہ کرے اور نہ ہی اپنے بھائی کی مدد چھوڑے۔ مسلمان پر مسلمان کا خون،عزت،اور مال قابل احترام ہیں۔

۲۔حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

وأخرج الطبرانی بسند صحيح من حديث البراء بن عازب رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :

(الرِّبَا اثنان وسبعون بابًا، أدناها مثل إتيان الرجل أمَّهاته وإن أربَى الربا استطالة الرجل فی عرض أخيه،

(صحيح الجامع: 3537) (الصحيحة: 1871)

"سود کی بہتر قسمیں ہیں۔سب سے چھوٹی قسم کا گناہ ایسا ہے جیسے آدمی اپنی والدہ کے پاس شہوت سے جائے۔ اور بدترین قسم اپنے بھائی کی عزت وآبرو پر زیادتی کرنا ہے۔

اور دیگر متعدد احادیث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ "بدترین زیادتی کسی مسلمان کی عزت پر ناحق حملہ کرنا ہے۔"

کیا اس کے بعد بھی کسی مسلمان کا دل یہ گوارا کرے گا کہ وہ کسی مسلمان کی عزت نفس) کو نشانہ بنا کر اس سے کھیلتا رہے؟ یہاں یہ چند احادیث پیش کی گئی ہیں ورنہ ذخیرہ حدیث اس طرح کے احکام سے مالا مال ہے

موجودہ معاشرہ

بدقسمتی سے مسلم معاشرہ میں غیبت کی یہ بیماری بہت زیادہ پھیلی ہوئی ہے، غیبت وچغلخوری عیب جوئی، لگائی بجھائی، غلط تبصرے، غیر مناسب نقد وتنقید، سب وشتم، لعن طعن، وغیرہ کثرت سے پائے جاتے ہیں، اور افسوس کہ اس حمام میں سب ننگے ہیں، کوئی مستثنیٰ نہیں ہے، عالم نہ جاہل، نہ عوام نہ خواص، گویا معاشرہ کا جسم وروح مریض ہو چکا ہے، معاشرے کی بنیاد ہل گئی ہے، عقیدت ومحبت کا خون ہوا ہے، برسوں کے اعتماد وبھروسے ذبح ہوگئے، چند سکّے کے

خاطر، یا جھوٹی پرسنالٹی وشہرت کے لئے ایک دوسرے کی پگڑی اچھالنا، گردن ناپنا، بدنام کرنا، پروپیگنڈہ کرنا، افواہ پھیلانا، تفوق جمانا، گروپ بازی کرنا، چاپلوسی عیاری، مکاری وغیرہ وغیرہ غیبت وچغلخوری ہی کی دین ہے، کتنے خاندان، رشتے دار غیبت ہی کی وجہ سے بدگمانی کے شکار ہوگئے، کتنے جوڑوں میں جدائی (طلاق وخلع) ہوگئی، کتنے محبّ بچھڑے، کتنے دوست بکھرے، اور کتنوں کے سالہا سال کی محبت کا پاٹ ختم ہوا۔

غیبت نے معاشرے کے اندر کینہ ودشمنی کو بڑھاوا دیا ہے۔غیبت یہ ایسا زہر ہے جس سے سارے اختلافات جنم لیتے ہیں، شر وخبث کی انتہائی قبیح صورت غیبت ہے، اسکی بات اسکو پہنچانا اور اس کی اسکو ۔۔۔۔۔۔۔ دیکھئے سماج کے ان بدطینت ذوالوجہین انسانوں کو(کہ وہ سطحیت وہ سفلیت کے کس مقام کو پہنچ گئے ہیں) جو غیبت وچغلخوری کر کر کے دو کو لڑاتے رہتے ہیں، خون کراتے ہیں، دھینگا مشتی کراتے ہیں، اور معاشرے کو ہمیشہ پیٹتے، کوٹتے رہتے ہیں، اور اپنا الو سیدھا کرتے رہتے ہیں، اور آپ یہ جان لیں جس قوم کے اندر یہ صفت راسخ ہوئی ہے اس نے قوم کی عظمت کو خاک میں ملا دیا ہے اس کی شہرت کو داغدار بنا دیا ہے اور اس ملت کے اندر ایسا شگاف ڈال دیا ہے جو بھرنے والا نہیں ہے، ایسا کاری زخم دیا ہے جو مندمل ہونے والا نہیں،

آج غیبت کا بازار ہر جگہ گرم ہے۔

اور اس نے ہر طبقہ کے اندر رخنہ پیدا کر دیا ہے، پیار، و محبت، بھائی چارگی واخوت ختم ہو چکی ہے، سلام کرنا تو دور کی بات سلام کا جواب تک دینا مشکل ہو چکا ہے

ایک دوسرے کو حقارت کی نظر سے دیکھنے میں بھی غیبت ہی کارِ فرما ہے۔ اسی کی وجہ سے آپسی اعتماد ختم ہوگیا ہے،

ہمارے سماج کی یہ عام بیماری ہے کہ کسی کو اگر اس کی بری حرکت پر نصیحت بھی کریں تو ایسے بھڑتے ، اچھلتے ، کودتے اور اعراض کرتے ہیں کہ الامان والحفیظ۔

عموما آپ کو یہ جواب ملے گا، کتنے پارسا بنتے ہو، تمہارے اندر بھی یہ یہ عیب ہے، اور آپ کی گردن ناپ کر آپ کو خاموش کرا دیں گے،

محترم قارئین: غیبت ایک ایسا مرض ہے کہ لوگوں کی کثیر تعداد شعوری اور غیر شعوری طور پر اس میں ملوث نظر آتی ہے۔ بظاہر خوشنما نظر آنے والے گناہوں کے اس سراب میں کھو کر صراط مستقیم سے لوگ ایسے دور ہٹتے ہیں کہ پھر گناہ و ثواب اور جزا وسزا ان کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتے اور جب کوئی ان مبتلا حضرات کو اللہ کا خوف دلا کر اس سے منع کرتا ہے تو چالاکی وعیاری کے پردہ میں چھپا ہوا معصومیت بھرا ان کا جواب یہ ہوتا ہے۔

لو بھائی اس میں کون سی غیبت والی بات ہے یہ عیب اس میں موجود تو ہے جب کہ اسی کا نام غیبت ہے۔

غیبت کیوں کرتا ہے

حسد کرنا: یہ غیبت کی سب سے بڑی وجہ ہے۔ جب انسان کسی سے حسد کرتا ہے تو اس میں یہ جذبہ جنم لیتا ہے کہ وہ محسود کی برائیوں اور عیوب کی تشہیر کرے تا کہ لوگ اسے ناپسند کرنے لگیں۔

دوسروں کو حقیر سمجھنا : جب انسان خود کو بڑا سمجھنے لگتا

ہے تو اس احساس کے ساتھ دوسروں کی برائیوں کی ٹوہ میں لگا رہتا ہے۔ چوں کہ غیبت کی بڑی وجہ حسد ہے، اس لیے اس میں چار چیزیں شامل ہیں:

دوسروں کی شہرت اور مقام کو گرانے کی کوشش کرے۔ خود اس مقام کو حاصل کرنے کی خواہش رکھے۔

دوسرے کی مخالفت یا دشمنی کی بنا پر ایسا کرے۔

عادۃً کسی شخص کی دوسروں کے سامنے برائی کرے۔

غیبت کی مذموم وجوہ کے ذریعہ انسان کی گھٹیا ذہنیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ وہ چھوٹی چھوٹی باتوں کی بنا پر دوسروں کی عزت پر حملہ کرتا ہے، اس سے دنیا و آخرت میں سوائے خسارہ کے کچھ نہیں حاصل ہوتا۔

غیبت کے اسباب

ایمان و اعتقاد میں کمزوری، غلط تربیت، بری صحبت وغلط دوست، حسد و بغض، استہزاء، ٹھٹھہ، تحقیر، تکبر و تعلّی، دنیا کی محبت، ہائے رے مال، ہائے رے زر، دنیاوی چیزوں کے حصول کی حرص و طمع و تنافس، حب الریاسۃ، کرسی و شہرت کی بھوک۔

غیبت کی حرمت:

غیبت حرام ہے، اس پر جمہور علماء کا اتفاق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے غیبت کرنے والے کی شدید مذمت کی ہے۔ فرمایا:

هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيمٍ (القلم ۸-۱۱)

إِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيَانِ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيد. مَّا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيد. (ق ۱۷-۱۸)

طعنے دینے والا، چغلیاں کھاتے پھرنے والا۔ کوئی لفظ اس کی زبان سے نہیں نکلتا جسے محفوظ کرنے کے لیے ایک حاضر باش نگراں موجود نہ ہو۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے غیبت کی درج ذیل الفاظ میں شدید مذمت فرمائی ہے

يـأَيُّهَا الَّذينَ ءامَنُوا اجتَنِبوا كَثيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعضَ الظَّنِّ إِثمٌ وَلا تَجَسَّسوا وَلا يَغتَب بَعضُكُم بَعضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُم أَن يَأكُلَ لَحمَ أَخيهِ مَيتًا فَكَرِهتُموهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوّابٌ رَحيمٌ (سورۃ الحجرات)

اے ایمان والو! بہت بدگمانیوں سے بچو یقین مانو کہ بعض بدگمانیاں گناہ ہیں، اور بھید نہ ٹٹولا کرو، اور نہ تم کسی کی غیبت کرو، کیا تم میں سے کوئی بھی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے؟ تم کو اس سے گھن آئے گی، اور اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

توجہ طلب

اس فقرے میں اللہ تعالیٰ نے غیبت کو مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہ دے کر اس فعل کے انتہائی گھناؤنا ہونے کا تصور دلایا ہے۔ مردار کا گوشت کھانا بجائے خود نفرت کے قابل ہے، کجا کہ وہ گوشت بھی کسی جانور کا نہیں بلکہ انسان کا ہو۔ اور انسان بھی کوئی اور نہیں خود اپنا بھائی ہو۔ پھر اس تشبیہ کو سوالیہ انداز میں پیش کرکے اور زیادہ موثر بنادیا گیا ہے۔ تاکہ ہر شخص اپنے ضمیر سے پوچھ کر فیصلہ کرے کہ آیا وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانے کیلئے تیار ہے؟ اگر نہیں ہے اور اس کی طبیعت اس چیز سے گھن کھاتی ہے تو آخر وہ کیسے یہ بات پسند کرتا ہے کہ اپنے ایک مومن

بھائی کی غیر موجودگی میں اس کی عزت پر حملہ کرے جہاں وہ اپنی مدافعت نہیں کرسکتا اور جہاں اس کو یہ خبر تک نہیں ہے کہ اس کی بے عزتی کی جارہی ہے؟ اس ارشاد سے یہ بات معلوم ہوئی کہ غیبت کے حرام ہونے کی بنیادی وجہ اس شخص کی دل آزاری نہیں ہے جس کی غیبت کی گئی ہو، بلکہ کسی شخص کی غیر موجودگی میں اس کی بُرائی بیان کرنا بجائے خود حرام ہے۔ قطع نظر اس سے کہ اس کو اس کا علم ہو یا نہ ہو اور اس کو اس فعل سے اذیت پہنچے یا نہ پہنچے۔ ظاہر ہے کہ مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا اس لئے حرام نہیں ہے کہ مُردے کو اس سے تکلیف ہوتی ہے۔ مُردہ بے چارہ تو اس سے بے خبر ہوتا ہے کہ اس کے مرنے کے بعد کوئی اس کی لاش کو بھنبھوڑ رہا ہے۔ مگر یہ فعل بجائے خود ایک گھناؤنا فعل ہے۔ اسی طرح جس شخص کی غیبت کی گئی ہو اس کو بھی اگر کسی ذریعہ سے اس کی اطلاع نہ پہنچے تو وہ عمر بھر اس بات سے بے خبر رہے گا۔ کہ کہاں کس شخص نے کب اس کی عزت پر کن لوگوں کے سامنے حملہ کیا تھا اور اس کی وجہ سے وہ کس کس کی نظر میں ذلیل وحقیر ہوکر رہ گیا ہے؟ اس بے خبری کی وجہ سے اسے اس غیبت کے سرے سے کوئی اذیت نہ پہنچے گی مگر اس کی عزت پر بہرحال اس سے حرف آئے گا، اس لیے یہ فعل اپنی نوعیت میں مُردہ بھائی کا گوشت کھانے سے مختلف نہیں ہے۔

(منقول از تفہیم القرآن ج5۔ص94)

سلف کے اقوال:

ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ ایک مجلس میں کھانے کی دعوت پر گئے مدعووین میں سے ایک آدمی نہ آیا تو آپ نے پوچھا کہ فلاں ابھی نہیں آیا حاضرین مجلس میں سے ایک نے کہا وہ ذرا موٹا زیادہ ہے اس لیے دیر سے آئے گا تو آپ فرماتے ہیں: میں کسی ایسی مجلس میں کھانا ہی نہیں کھاؤں گا جہاں کسی مسلمان کی غیبت ہو رہی ہو۔ اٹھ کر چلے گئے کھانے سے انکار کردیا۔

(بحوالۃ ،الرسالۃ القشیریۃ، لعبد الکریم القشیری (ص.(194)

وقال أبو عاصم :ما اغتبت أحدًا منذ علمت أن الغيبة تضرُّ بأهلها.

بحوالہ۔تاریخ دمشق،لابن عساکر 24/363)

ابو عاصم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب سے مجھے اس بات کا علم ہوا ہے کہ جسکی غیبت کی جاتی ہے اس پر غیبت کا اثر پڑتا ہے۔۔تب سے میں نے کسی بھی شخص کی غیبت نہیں کی ہے۔

واغتاب رجل عند معروف الكرخي فقال له: (اذكر القطن إذا وضع على عينيك)

سیر أعلام النبلاء() للذہبی 8/87))،

معروف کرخی رحمہ اللہ کے پاس کسی نے کسی شخص کی غیبت کی، کسی کے عیوب وفضائح کو بیان کیا تو معروف کرخی رحمہ اللہ نے اس شخص کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ دیکھو موت کو یاد کرو جب تم مرجاؤ گے تو تمہاری آنکھ پر روئی ڈالی جائے گی۔

وعن ابن سيرين؛ أنَّه ذكر الغِيبة فقال: (ألم تر إلى جيفة خضراء منتنة؟

(الزہد) لوکیع بن الجراح (ص.(209

ابن سیرین رحمہ اللہ سے کسی نے کسی کی غیبت کی تو آپ نے فرمایا کہ، کیا تم اس ہرا بھرا سنڈاس وغلاظت زدہ نعش کو نہیں دیکھ رہے ہو؟

خلاصہ یہ ہے کہ غیبت ایک بہت ہی زیادہ برا عمل ہے جسکی قباحت وشناعت سب کے نزدیک مسلم ہے اور اس کی وجہ سے کئی خاندان تباہی کا شکار ہو جاتے ہیں، اور اس کی وجہ سے کتنے تعلقات پر نفاق وشقاق کی چھری چل جاتی ہے، اور کتنے ہی رشتوں کا خون ہو جاتا ہے،

کتنے مخلصین و دردمند کی محبت وعقیدت پر پانی پھر جاتا ہے، کتنے احساسات وعواطف کا قتل ہوتا ہے۔

اسی لیے اگر معاشرے سے اس وائرس کا خاتمہ ہو جائے تو وہ تمام برائیاں جو اس کے طفیل وجود پذیر ہوتی ہیں۔ بہت حد تک قابو میں آ جائیں گی اور سارے افراد پیار ومحبت سے زندگی گزارنے لگیں گے اور جو بھی بات کسی کے تعلق سے سامنے آئے صاحب معاملہ سے براہ راست صحیح صورتحال معلوم کر لیں، اگر محتاط رہنے کے باوجود ہم میں سے کسی سے انجانے میں یا غفلت میں غیبت ہو جائے تو جس کی غیبت کی ہے اس سے معافی مانگ لی جائے،، اسلئے کہ،

نہ تھی جب تک اپنی گناہوں پہ نظر
رہے دیکھتے اوروں کے عیب وہنر
جب پڑی اپنی گناہوں پہ نظر
تو نگاہ میں کوئی برا نہ رہا

غیبت کے نقصانات

غیبت کرنے والا اللہ تعالی کی ناراضگی اور اس کے غصے کا نشانہ بن جاتا ہے۔

غیبت کرنے والے کی نیکیاں جس کی غیبت کی گئی ہو اس کو دے دی جائیں گی۔

غیبت کرنے والے کو قبر میں عذاب دیا جائے گا، غیبت کا انجام جہنم کی آگ ہے۔

غیبت کے انسداد کی تدابیر

حفظ لسان، یعنی زبان کو روک کر رکھنا،

غیبت کرنے والے کو اپنے عیب دیکھنے چاہئیں اور ان کی اصلاح کرنی چاہئے اور شرم کرنی چاہئے کہ اس کے اپنے اندر عیب ہیں جبکہ وہ دوسروں کے عیب تلاش کر کے لوگوں کو بیان کرتا ہے۔

اگر غیبت کرنے والے میں کوئی عیب نہیں ہے تو اللہ تعالی کا شکر ادا کرنا چاہئے اور سب سے بڑے عیب غیبت سے اپنے آپ کو داغ دار نہیں کرنا چاہئے۔

غیبت کرنے سے پہلے اسے یہ یاد کرنا چاہئے کہ کسی کی عدم موجودگی میں اس کی برائیاں بیان کرنا مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے برابر ہے۔

اگر کسی کے سامنے غیبت کی جائے تو کرنے والے کو چپ کرانا چاہئے۔ وغیرہ وغیرہ

اللہ تعالیٰ غیبت وچغلخوری سے افراد واشخاص سماج ومعاشرہ کو دور رکھے، محبت، جاں نثاری، فداکاری جذبۂ اطاعت، وجادۂ مستقیم پر گامزن فرمائے آمین

☆☆☆

شیخ محمد رحمہ اللہ ہمیشہ یاد آئیں گے

محمد ایوب سلفی

جامعہ سلفیہ بنارس نے ادھر لاک ڈاؤن کے بعد اپنے چند عظیم رجال وشخصیات اور اساتذہ کو کھویا ہے۔ ۱۵/اپریل ۲۰۲۳ء رمضان المبارک بروز سنیچر صبح ساڑھے دس بجے یہ خبر تمام سلفیان ہند پر عموماً اہل بنارس اور جامعہ سلفیہ بنارس کے منتظمین ومتعلقین واساتذہ پر خصوصاً بجلی بن کر گری کہ شیخ محمد بن عبدالقیوم مدنی اب اس دنیا میں نہ رہے۔ میں لیٹا ہوا تھا خبر سنتے ہی میرا وجود ہلنے لگا، عجیب طرح کا سکتہ طاری ہوا۔ مولانا طاہر صاحب استاد جامعہ سلفیہ نے سب سے پہلے مجھے یہ خبر سنائی فون پر گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے میری کیفیت بھانپ لی اور کہنے لگے تم بھی شوگر کے مریض ہو اپنے آپ کو سنبھالو، صبر کرو۔ خبر سننے کے بعد صبر نہیں ہو رہا تھا آنکھیں بہنے لگیں، میں سوچنے لگا کہ یہ اچانک کیا ہو گیا۔ جامعہ کی ہردلعزیز شخصیات ایک ایک کرکے جدا ہو رہی ہیں۔ شیخ نعیم الدین مدنی اور شیخ علی حسین سلفی صاحبان جب بھی یاد آتے ہیں میرا دل غم سے بھر جاتا ہے۔ شیخ محمد بن عبد القیوم مدنی صاحب کی شخصیت بھی ایسی تھی کہ جامعہ میں ان کے ساتھ بیٹھ کر ہم لوگ کام کرتے تھے۔ امتحانی کمیٹی کے رکن کی حیثیت سے ان کے ساتھ اکثر اٹھنا بیٹھنا ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت ساری خوبیوں کا مالک بنایا تھا، ۱۹۹۲ء سے ۱۹۹۵ء تک میں جامعہ میں زیر تعلیم رہا اس درمیان شیخ جامعہ میں آگئے تھے، لیکن آپ سے مجھے پڑھنے کا موقع نہیں مل سکا اور نہ اس درمیان آپ کی شخصیت کو جاننے کا موقع ملا۔ بحیثیت استاذ ۲۰۱۴ء میں جب میں جامعہ میں آیا تو اس وقت سے آپ کو کچھ کچھ قریب سے دیکھنے کا موقع ملنے لگا، جب آپ کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا تو آپ کو بہت قریب سے دیکھا، آپ کی عظیم ومثالی شخصیت کو پہچانا، آپ کے کام کرنے کے انداز کو بھی دیکھنے کا موقع ملا، آپ کے تعامل وسلوک، خوردہ نوازی، محبت وشفقت، ظرافت ودلنوازی، آپ کی یہ ساری صفات کھل کر سامنے آئیں۔

شیخ محمد سلفی مدنی کا رخصت ہو جانا جامعہ سلفیہ کے لئے خصوصاً اور تمام اہل بنارس کے لئے عموماً بہت بڑا خسارہ ہے، اللہ جامعہ کو آپ کا نعم البدل عطا فرمائے۔

شیخ کے بارے میں میرے یہ چند تاثرات ہیں جنہیں سپرد قرطاس کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ شیخ اب اس دنیا میں نہ رہے کہ آپ سے کسی فائدے کی امید پہ یہ باتیں لکھی جارہی ہیں بس یہ قلبی جذبات ہیں، میں نے شیخ کو کیسا پایا، آپ کے اخلاق وکردار کیسے تھے بس یہی چند چیزیں بیان کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

شیخ محمد رحمہ اللہ ایک اچھے مدرس، ایک بااخلاق مربی،

اپنی ذمہ داری کے پابند شخصیت کے مالک تھے۔آپ کے زیر تدریس بہت ساری کتابیں رہیں بطور خاص سنن ترمذی آپ کئی سالوں سے مسلسل پڑھا رہے تھے۔ترمذی کا آپ کا درس مثالی ہوتا تھا۔حدیثی نکات،فنی باریکیاں،حدیث کے معنی ومفہوم،رجال،ضعف وصحت پر آپ سیر حاصل بحث کرتے تھے۔ باذوق طلبہ آپ کے درس سے کافی مستفید ہوتے تھے۔امتحان کے موقع سے آپ کے سوالات دیکھنے سے آپ کی تدریسی باریکیوں کا خوب اندازہ ہوتا تھا۔دیگر کتابوں اورفنون کے دروس بھی کافی علمی ومفید ہوتے تھے۔ آپ پوری زندگی ایک ذمہ دار مدرس کا فرض ادا کرتے رہے۔دوران درس لایعنی اور غیر مفید گفتگو کے آپ قائل نہیں تھے،گھنٹی لگنے کے بعد آپ کلاس میں داخل ہوتے اور حاضری وغیرہ سے فراغت کے بعد بلاوقت ضائع کئے پوری گھنٹی پڑھاتے رہتے تھے۔آج مطالعہ نہیں ہے یا آج طبیعت نہیں چاہ رہی ہے اس قسم کے جملے آپ کی زبان پر کبھی بھی نہیں آتے تھے۔جن طلبہ نے آپ سے استفادہ کیا ہے وہ سارے آپ کی ان خوبیوں کے قائل ومعترف ہیں۔ آپ کے سیکڑوں شاگردان ملک وبیرون ملک میں علمی، دعوتی،تدریسی وتنظیمی ذمہ داریوں کوبحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں جو یقیناً آپ کے لئے ذخیرۂ آخرت ہیں۔

آپ رحمہ اللہ ایک اچھے داعی اور ایک سنجیدہ وباوقار خطیب بھی تھے۔آپ مسجد باگڑ بلی میں امامت اور گاہے بگاہے خطابت کا بھی فریضہ انجام دیتے تھے۔مسجد نیمیا اور شہر کی دیگر مساجد میں دروس قرآن وحدیث کا بھی اہتمام کرتے تھے،آپ کی شخصیت عوام الناس میں کافی مقبول ومحبوب تھی۔دعوتی ودینی خدمات کی وجہ سے لوگوں میں کافی متعارف تھے۔مزاج میں سادگی کی وجہ سے آپ ہر شخص کے ساتھ گھلے ملے رہتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو بلند اخلاق وکردار کا مالک انسان بنایا تھا،آپ مخلص تھے،اپنے آپ کو ظاہر کرنے اور زبردستی اپنے آپ کو منوانے کا ذرا سا بھی جذبہ آپ کے اندر نہیں تھا۔آپ عہدے اور منصب سے دور بھاگتے تھے۔جب بھی کسی عہدے ومنصب کی پیش کش کی جاتی آپ کہتے کہ میں کام کروں گا لیکن منصب کے بغیر۔ آپ تعلیمی کمیٹی کے ممبر تھے۔ امتحانی کمیٹی ولجنۃ الحاق المدارس کے بھی سرگرم ممبر تھے اور پورے اخلاص اور دلجمعی کے ساتھ کام کرتے تھے،گتھیاں سلجھاتے تھے، پیچیدگیاں حل کرتے تھے،مشکلات کو آسان بناتے تھے،لیکن دھونس جما کر نہیں بلکہ ہنستے مسکراتے اور ظریفانہ انداز میں۔امتحانی کمیٹی میں آپ کے ساتھ بیٹھ کر کام کرنے کے درمیان آپ کی بے شمار خوبیاں دیکھنے کو ملیں۔آپ کام کرتے بھی تھے اور کام کرانا بھی جانتے تھے۔آپ کی وجہ سے مجلس میں اکتاہٹ نہیں ہوتی تھی،آپ کے تجربے،دانشمندی اور محنت ولگن کی وجہ سے امتحانات کے بڑے بڑے مسائل بڑی آسانی کے ساتھ حل ہوجاتے،تعلیمی امور کے مسائل کے حل میں بھی آپ کا اہم رول رہتا تھا۔تعلیمی کمیٹی کے مدیر دکتور عبدالحلیم صاحب حفظہ اللہ نے کئی بار آپ کا نام لیتے ہوئے آپ کی خوبیوں کا اعتراف کیا۔آپ حق گو انسان تھے،آپ کسی سے بھی حق کے معاملے میں ڈرتے نہیں تھے۔اساتذہ کی میٹنگوں میں آپ اپنی رائے پوری بے باکی کے ساتھ رکھتے تھے،جامعہ کے حق میں اور تعلیمی امور کو بہتر بنانے کے

لئے اپنی ٹھوس رائیں پیش فرماتے۔ ناظم صاحب حفظہ اللہ نے اساتذہ کی ایک میٹنگ میں آپ کی اس خوبی کا اعتراف کرتے ہوئے صاف لفظوں میں کہا کہ شیخ محمد بالکل کھرا بولتے تھے اور جامعہ کے حق میں بہتر مشورہ دیتے تھے۔ اساتذۂ جامعہ کبھی اپنی ذاتی پریشانیوں کے سلسلے میں آپ سے گفتگو کرتے تو بڑی تسلی آمیز باتیں کرتے، مشکلات کا حل بتاتے اور بہتر سے بہتر اور مخلصانہ مشورے دیا کرتے تھے۔آپ کی وفات سے اب جامعہ میں بڑا خلا محسوس ہو رہا ہے۔ یہ احساس بڑی شدت سے ستا رہا ہے کہ اب کس سے باتیں کریں گے، اب مخلصانہ مشورے کے لئے کس کی طرف رجوع کریں گے۔

شیخ محمد رحمہ اللہ بلاشبہ ایک علمی شخصیت کا نام ہے۔ آپ کے علم میں گہرائی اور گیرائی تھی۔ مشکل سے مشکل عبارات آپ بہ آسانی حل فرما دیتے تھے۔امتحانی سوالات کی پروف ریڈنگ کے درمیان آپ کی علمی گہرائیوں کو بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ سوالات پر آپ کی نظر گہری اور تنقیدی ہوتی تھی۔ کبھی صاحب مادہ کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت پڑتی تو آپ بلا جھجھک صاحب مادہ سے رجوع کرتے اور درستگی اور سہولت ڈھونڈنے کی کوشش کرتے۔

آپ کے شاگردان، آپ کے اقرباء واحباب آپ کی زندگی پر تفصیلی روشنی ڈالنے کی کوشش کریں گے، ان شاءاللہ۔

اللہ آپ کو غریق رحمت کرے، آپ کی لغزشوں کو معاف فرمائے اور اعلیٰ علیین میں آپ کو اونچا مقام عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔ ☆☆☆

فرضیت حج

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیا تو فرمایا: اے لوگو! اللہ نے تم پر حج فرض کیا ہے پس تم حج کرو۔ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ کیا ہر سال حج کرنا فرض ہے؟ آپ خاموش رہے یہاں تک کہ اس نے اپنا سوال تین بار دہرایا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میں جواب میں ہاں کہہ دیتا تو یقیناً ہر سال واجب ہو جاتا اور تم اس کی طاقت نہ رکھتے، پھر آپ نے فرمایا: تم مجھے میرے حال پر چھوڑ دو جب تک میں تمہیں تمہارے حال پر چھوڑے رکھوں اس لئے کہ تم سے پہلے لوگ اپنے کثرت سوال اور اپنے انبیاء سے اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوگئے، پس جب میں تمہیں کسی بات کا حکم دوں تو اسے اپنی طاقت کے مطابق بجالاؤ اور جب تمہیں کسی چیز سے روک دوں تو اسے چھوڑ دو۔

(صحیح مسلم)

شیخ محمد: میرے اور میرے والد کے استاذ

فرحان سعید بن محمد یعقوب بنارسی

ہمارا آبائی مکان مالتی باغ میں تھا، باگڑ بلی مسجد کے ہم مصلی تھے، ابتدائے عمر سے ہی وہیں نمازیں ادا کرتے تھے، کچھ سوجھ بوجھ ہوئی، تو امام کو اچک اچک کر دیکھنے لگے، تو میں نے سب سے پہلے شیخ محمد عبدالقیوم مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا امام پایا، شیخ محمد عبدالقیوم مدنی رحمہ اللہ بھی ہمارے مؤقر اساتذہ میں سے ایک تھے، ۲۳/ رمضان المبارک مطابق ۱۵/ اپریل ۲۰۲۳ء، بروز سنیچر راہ بقا کو سدھار گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون!

شیخ محمد رحمہ اللہ سے بچپن سے ہی شناسائی تھی، آپ کی شخصیت بڑی بارعب تھی، ایام طفلی میں ہم مسجد میں کھیلا کرتے تھے، جب حد سے تجاوز کر جاتے تو آپ کی ایک نگاہ ہمیں سہا دیتی تھی، پھر تو سناٹے کا بسیرا ہوتا تھا۔

آپ رحمہ اللہ کو بچوں کو کھلانے کا بڑا شوق تھا، چھوٹے موٹے ننھے منھے بچوں کو بلا کر کھلایا کرتے تھے، آس پڑوس میں کوئی بچہ ہوتا، اسے اپنے یہاں بلا لیا کرتے، دن بھر رکھتے، رات کو پہنچا آتے۔ آپ رحمہ اللہ ہمارے بڑے اچھے پڑوسی بھی تھے، ہر غم خوشی اور سکھ دکھ میں ساجھے رہتے تھے۔ مجھ ناچیز کو بھی شیخ محمد عبدالقیوم مدنی رحمہ اللہ نے کھلایا ہے، جسے میں اپنی خوش نصیبی سمجھتا ہوں۔

شیخ محمد رحمہ اللہ بڑے باپ کے بڑے بیٹے تھے، آپ کے والد عبدالقیوم رحمہ اللہ خادمِ قوم وملت تھے، جامعہ سلفیہ کی زمینوں کے مقدمات آپ کے زیر نگرانی تھے، حتی کہ آپ کے علاوہ تمام افراد ان تفاصیل سے نا آشنا تھے، کہ کن زمینوں پر مقدمات ہیں اور کن پر نہیں۔ آخر میں آپ اتنے مشہور ہوئے کہ آپ کا تعارف عبدالقیوم بیرسٹر کے نام سے ہونے لگا تھا، جامعہ سلفیہ سے آپ کو بڑی محبت تھی۔ جب آپ نحیف و لاغر ہونے لگے، تب آپ سے مقدموں کی تفصیلات حاصل کی گئیں۔ اللہ مغفرت فرمائے۔

شیخ محمد رحمہ اللہ کی ولادت باسعادت ۱/۱ اکتوبر ۱۹۵۵ء میں ہوئی تھی، ابتدائی تعلیم جامعہ رحمانیہ میں حاصل کی، مرحلۂ عالمیت اور فضیلت جامعہ سلفیہ بنارس میں طے کیا۔ فراغت کے بعد آپ کی اور شیخ محمد یونس مدنی حفظہ اللہ (سابق شیخ الجامعہ، جامعہ سلفیہ، بنارس) کی تقرری جامعہ رحمانیہ میں ہوگئی تھی (بروایت استاذ محترم محمد ابوالقاسم فاروقی حفظہ اللہ)۔ شیخ محمد رحمہ اللہ میرے والد کے بھی استاذ تھے، والد محترم نے آپ سے امین النحو پڑھا تھا، لہٰذا معلوم ہوا کہ آپ فراغت کے بعد بحیثیت استاذ مقرر ہو چکے تھے۔

لیکن رب العالمین کو کچھ اور منظور تھا، سکونتِ مدینۃ النبی ﷺ اور دیدارِ نقوشِ سلف مقدر تھا۔ چنانچہ جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ سے منظوری آ گئی، آپ مع چند رفقاء سوئے حرم روانہ ہوگئے۔ آپ نے وہاں سے کلیۃ الشریعہ سے لیسانس

کی ڈگری حاصل کی اور وطن مالوف لوٹ آئے۔

وطن لوٹنے کے بعد جامعہ فیض عام، مئو میں شعبۂ تدریس سے منسلک ہوگئے، کافی عرصہ خدمات انجام دیں، کئی مہینوں تک وہاں عارضی مکان بھی لیا، لیکن بعد ازاں مئو ناتھ بھنجن کو خیر باد کہہ کر بنارس چلے آئے، اپریل ۱۹۹۲ء میں جامعہ سلفیہ میں مسند تدریس پر رونق افروز ہوئے اور تادم مرگ خدمات انجام دیتے رہے اور طالبان علوم نبوت کی تشنگی بجھاتے رہے۔

شیخ رحمہ اللہ متوسط قد، معتدل جسم، صاف رنگ، نورانی چہرہ، خوبصورت داڑھی، لمبی ٹوپی، آنکھوں پر چھوٹا چشمہ، نرم گفتار، خوش خلق، ملنسار، حق گو، خیر خواہ، مشفق مربی اور ناصح استاذ تھے۔ شیخ رحمہ اللہ ہمیشہ سفید لباس زیب تن کرتے، صاف ستھرا اور نظیف ونفیس پوشاک پہنتے تھے۔ آپ کے کرتا پر میں نے کبھی شکن نہیں دیکھا، غالبا عطر کے بھی شوقین تھے۔

شیخ رحمہ اللہ نہایت ہی متقی اور پرہیزگار تھے، پنج وقتہ نمازوں کے نمازی تھے، عبادت گزار وتہجد گزار تھے، شب بیداری معمول حیات میں تھی، سالہا سال اس کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ کئی وقتوں کے امام تھے، یوں تو عصر اور مغرب کی امامت آپ کے ذمہ تھی، لیکن ایک طویل عرصے تک فجر کے بھی امام تھے، فجر بعد جب بھی ہم ٹہلنے نکلتے، ہمیشہ آپ سے ملاقات ہوتی تھی، ملتے علیک سلیک ہوتا، مسکرا کر بولتے اور چل دیتے۔ آپ کے تقوی وللّٰہیت کی ایک مثال قارئین کے سپرد کرتا ہوں۔ جامعہ سلفیہ میں ہفتہ واری انجمن ہر جمعرات کو منعقد ہوتی تھی، ہر کلاس کے طلبہ کا وقت متعین ہوتا ہے، ثانویہ کے لیے ۵ منٹ، عالمیت کے لیے ۶ منٹ اور کلیات کے لیے ۷ منٹ مقرر تھا۔ وقت کی تکمیل پر متنبہ کرنے کے لیے امین الخطابہ گھنٹی بجاتا۔ طلبہ جلدی چھٹی پانے کے لیے جلدی جلدی گھنٹی لگایا کرتے تھے، لیکن شیخ محمد اصول پسند آدمی تھے۔ آپ کا معمول تھا، آتے ہی اپنی گھڑی میز پر رکھتے، ہر طالب کا وقت دیکھتے رہتے کہ اسے کتنا وقت دیا گیا۔ اگر کوئی جلدی لگاتا تو زار وقطار رونے لگتے، کہتے بیٹا! اللہ کے یہاں مجھے حساب دینا ہے، آپ لوگ کیوں وقت سے پہلے گھنٹی بجاتے ہیں، مجھے اللہ کے یہاں حساب دینا ہے۔ یہ کہتے اور روتے رہتے۔ آج آپ کی غیر موجودگی میں ہماری آنکھیں اشکبار ہیں، دل غمگین ہے۔إنا بفراقك لمحزونون !

تواضع اور خاکساری آپ کی شخصیت کا جزء لاینفک تھا، چھوٹوں کو نظر حقارت سے کبھی نہ دیکھتے، بڑے ہی عاجزی وانکساری کا رویہ رکھتے، خود کو چھوٹا اور دوسروں کو بڑا گردانتے تھے۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ شیخ رحمہ اللہ امتحان حال کے نگراں تھے، آپ کے ساتھ مولانا فضل الرحمٰن سلفی حفظہ اللہ (استاذ جامعہ سلفیہ، بنارس) تھے، شیخ مولانا فضل الرحمٰن سلفی کو اپنی کرسی پر بٹھا رہے تھے، اور مولانا انکار کر رہے تھے، شیخ نے اصرار کیا تو مولانا فضل الرحمٰن بیٹھ گئے اور شیخ امتحان گاہ میں گشت لگانے لگے۔ آپ کے تواضع اور عاجزی کی کیا ہی بات کی جائے۔ (یہ اس وقت کا واقعہ ہے، جب مولانا فضل الرحمٰن سلفی صاحب کی نئی نئی تقرری ہوئی تھی)

شیخ رحمہ اللہ بڑے بے باک ونڈر تھے، حق گوئی میں کسی کا بھی لحاظ ملحوظ خاطر نہ رکھتے تھے، چاہے اہل مناصب

ہوں یا اہل ثروت ہوں۔ لوگ بھی آپ کے مزاج کو خوب سمجھتے تھے، اسی لیے آپ کے سامنے ناحق اور خلاف حقیقت باتوں کا تذکرہ نہ کرتے تھے، اگر کبھی کوئی کر دیتا، تو شیخ ایسا مسکت جواب دیتے کہ وہ جل بھن کر کباب ہو جاتا۔

شیخ رحمہ اللہ کی تدریسی خدمات تقریبا چار دہائیوں پر محیط ہیں، ابتدائی چند سال جامعہ رحمانیہ میں، اس کے کچھ سال جامعہ فیض عام میں، اس کے بعد اکتیس سال کی طویل مدت تک جامعہ سلفیہ میں خدمات انجام دیتے رہے۔

اس کی علاوہ شیخ نے مدیر الاختبار کے منصب کو کئی سال سنبھالا، تمام طلبہ کے ساتھ منصفانہ رویہ رکھتے تھے، کسی بھی طالب کے ساتھ قرابت و رفاقت یا رقابت کی وجہ سے نا انصافی نہ کرتے تھے، آپ کا ہر فیصلہ مبنی بر انصاف ہوتا اور اصولوں کی کسوٹی پر کھرا اترتا تھا۔ فی الوقت شیخ لجنۃ الاختبارات کے ایک سرگرم رکن تھے۔

شیخ رحمہ اللہ وفات سے چند روز قبل سے چپ چپ رہنے لگے تھے، کسی سے زیادہ گفتگو نہ کرتے تھے، وفات سے قبل مغرب کی امامت بھی کرائی تھی، تیئیسویں شب قدر گھر میں ہی ادا فرمائی، سحری کھا کر فجر کی نماز گھر میں ہی ادا کی، تلاوت قرآن کے بعد دراز ہو گئے، صبح موت کی سختی ہوئی تو، بیٹے بیٹیاں آ گئے، لیکن وقت موعود آ چکا تھا، حرکت قلب کے بند ہونے کی وجہ سے آپ اپنے مالک حقیقی سے جا ملے، آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

اللهم اغفر له و ارحمه رحمة واسعة وادخله فى الفردوس .

آپ کی نماز جنازہ قاری عبدالرحیم سلفی (استاذ شعبۂ حفظ جامعہ سلفیہ) نے پڑھائی، نماز جنازہ میں ایک جم غفیر نے شرکت فرمائی، تقریبا ڈیڑھ ہزار لوگوں کا مجمع تھا۔ اس کے بعد اپنے آبائی قبرستان میں سپرد خاک کیے گئے، لوگوں کا ازدحام اتنا تھا کہ لوگ ایک طرف سے جاتے تھے اور دوسری طرف سے لوٹتے تھے، ایک گھنٹہ تک لوگوں نے آپ کی قبر پر مٹی ڈالی، دور دراز سے آپ کے شاگردوں نے بھی شرکت فرمائی، جونپور، الہ باد (پریاگ راج)، بھدوہی، علی گڑھ سے بھی لوگ آئے تھے۔

پسماندگان میں ۳/بیٹیاں اور ۲/بیٹے تھے، سب الحمد للہ شادی شدہ ہیں بجز مولانا فضالہ کے۔ بڑے فرزند کا نام حافظ حنظلہ ہے۔ اور چھوٹے بیٹے کا نام فضالہ ہے۔ فضالہ جامعہ سلفیہ سے فارغ التحصیل ہیں، مجھ سے چند سال سینیر تھے۔ اللہ رب العالمین سے دعا ہے کہ مولانا فضالہ کو اپنے باپ کا سچا جانشین اور خلف الرشید بنائے، اور منہج سلف پر قائم رکھے۔ آمین

آپ کی وفات پر میں وہی مرثیہ پڑھتا ہوں، جو آغا شورش کاشمیری نے مولانا ابوالکلام آزاد کی وفات پر لکھا تھا۔

عجب قیامت کا حادثہ ہے کہ اشک ہے آستیں نہیں ہے
زمین کی رونق چلی گئی ہے، افق پہ مہرِ مبین نہیں
تری جدائی سے مرنے والے، وہ کون ہے جو حزیں نہیں ہے
مگر تری مرگِ ناگہاں کا مجھے ابھی تک یقیں نہیں ہے

☆☆☆

اخبار جامعہ

مولانا ابوصالح دل محمد سلفی

جامعہ سلفیہ بنارس تعلیمی سال ۲۴-۲۰۲۳ء میں جدید داخلے

جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) کے تعلیمی سال ۲۴-۲۰۲۳ء= ۴۵-۱۴۴۴ھ کا آغاز ۲/مئی ۲۰۲۳ء مطابق ۱۱/شوال ۱۴۴۴ھ منگل سے ہوا اور تینوں کلیات (حدیث، شریعہ، دعوہ) اور عالمیت کے سال اول نیز شعبۂ حفظ کا داخلہ امتحان ۳ و ۴/مئی ۲۰۲۳ء مطابق ۱۱ و ۱۲/شوال ۱۴۴۴ء بروز بدھ وجمعرات ہوا۔

اس سال جامعہ میں داخلہ کے لئے یوپی، بہار، جھارکھنڈ، بنگال، آسام، اڑیسہ، آندھراپردیش، تلنگانہ، کرناٹک، مہاراشٹر وغیرہ ملک کے دیگر صوبوں سے کافی تعداد میں طلبہ آئے تھے جن میں تقریباً ۲۶۶/طلبہ نے داخلہ لینے میں کامیابی حاصل کی۔ داخلہ کے بعد تمام جدید طلبہ کی کاؤنسلنگ کی گئی۔ مدیر الامتحان مولانا انس مکی صاحب حفظہ اللہ کے اشراف میں داخلہ کمیٹی کے اراکین نے ان کے کاغذات، مارک شیٹ، ٹی سی، برتھ سرٹیفکیٹ اور آئی ڈی پروف کو چیک کیا۔ اس طرح سے رواں تعلیمی سال میں جامعہ میں زیر تعلیم طلبہ کی کل تعداد حسب ذیل ہے۔

مرحلۂ متوسطہ:	۹۴	مرحلۂ ثانویہ:	۵۱
مرحلۂ عالمیت:	۳۲۲	مرحلۂ کلیات:	۲۲۵
شعبۂ حفظ:	۱۱۸		

کل تعداد: ۸۱۰

انجمن ”ندوۃ الطلبہ“ کا انتخاب جدید:

جامعہ سلفیہ مرکزی دارالعلوم بنارس کی تاسیس کا مقصد اساسی صلاحیت وصالحیت سے متصف علماء ودعاۃ، ماہرین فن اساتذہ ومدرسین، قابل مولفین ومترجمین اور قادر الکلام خطبائے کرام کی ایک ٹیم تیار کرنا ہے تاکہ منہج سلف کی ترویج واشاعت اور خالص اسلام کی ترجمانی ہو سکے اور شرک وبدعت اور اسلام مخالف عقائد واعمال اور افکار ونظریات کی بیخ کنی ہو سکے۔ اسی اہم اور بنیادی مقصد کے حصول کے لئے جامعہ میں متعدد ومختلف شعبہ جات وتنظیمیں شروع ہی سے قائم ہیں، انہیں میں سے ایک فعال ومتحرک اور سرگرم تنظیم ”ندوۃ الطلبہ“ کے نام سے قائم ہے جس کے تحت طلبہ سال بھر اساتذۂ کرام کے اشراف وصدارت میں تقریر وتحریر کی مشق کرتے ہیں۔ ہر تعلیمی سال کے شروع میں ”ندوۃ الطلبہ“ کے اراکین کا انتخاب جدید عمل میں آتا ہے۔ اسی سلسلہ کی ایک مجلس ۱۱/مئی ۲۰۲۳ء بروز جمعرات بعد نماز عشاء جامعہ کی پرشکوہ وعالیشان مسجد میں منعقد ہوئی جس میں محترم شیخ الجامعہ مولانا محمد مستقیم سلفی حفظہ اللہ اور دیگر اساتذہ کرام حفظہم اللہ کی موجودگی میں رواں تعلیمی سال (۲۰۲۴-۲۰۲۳ء) کے لئے ”انجمن ندوۃ الطلبہ“ کے جدید

اراکین کا انتخاب عمل میں آیا۔ تفصیل حسب ذیل ہے:

اراکین ندوۃ الطلبہ

فیضان احمد انسان علی، د/۳	صدر
شمس الدین ابوشحمہ، ش/۳	نائب صدر
معاذ احمد عبدالماجد، ش/۲	ناظم
دلور حسین عبدالوہاب، ش/۲	نائب ناظم
اجمل حسین ثناء اللہ، ح/۳	مدیر مجلّہ 'المنار'
محمد امین امین حیدر، ش/۱	نائب مدیر
محمد فاروق محمد ثناء اللہ، ح/۳	امین 'برنامج اتقان'
مقصود عالم معرفت علی، ح/۳	نائب امین برنامج
مزمل حق شان محمد، ش/۳	امین دارالکتب
محمد صالح محمد ثناء اللہ، ش/۳	نائب امین
صدرالاسلام صفدر علی، ش/۲	امین دارالاخبار
نیاز الدین جلال الدین، د/۱	نائب امین
اصغر علی محمد مشتاق، ح/۲	خازن

معتمدین خطابت (عربی)

محمد رضاء اللہ ابوالکلام، ح/۳	امین الخطابہ
مرشد عالم اشرف علی، ش/۲	نائب امین الخطابہ
محمد شاکر محی الدین، ح/۳	امین الخطابہ
عبداللہ انس محمد شمیم، ع/۲	نائب امین الخطابہ
ابراہیم شہبندری فہیم احمد، ع/۲	امین الخطابہ
محمد ذکی شاہ اعظم، ع/۲	نائب امین الخطابہ
اسامہ امین امین اللہ، ح/۱	امین الخطابہ
عبدالکریم بادل شیخ، د/۲	نائب امین الخطابہ

معتمدین خطابت (اردو)

محمد عاشق اختر عالم، د/۳	امین الخطابہ
سلمان ہاشم محمد ہاشم، ح/۲	نائب امین الخطابہ
محمد مرتضیٰ محمد مصطفیٰ میاں، ش/۱	امین الخطابہ
محمد حسنین محمد ارشاد، ع/۱	نائب امین الخطابہ
شعیب بن ظہیر الدین، د/۲	امین الخطابہ
اسعد احمد عبدالعزیز، ع/۲	نائب امین الخطابہ
محمد شہاد اللہ سیف الحق، ح/۱	امین الخطابہ
محمد تبارک صابر علی، ع/۱	نائب امین الخطابہ

اراکین مجلّہ 'المنار'

ثاقب اقبال اقبال حسین، ش/۳

سلمان ابوالمکرّم، د/۳

ابراہیم چودھری انوار اللہ چوھری، ح/۲

محمد یاسر ابوالعاص، ع/۲

اراکین دارالکتب

محمد عبدالاول سفیجل میاں، د/۳

مجاہد الاسلام منصور علی، د/۳

ذوالفقار عالم بنی شیخ، ع/۲

تمیم بن ارشاد علی، ع/۲

جاہد عبید شمس الہدیٰ، د/۱

اسامہ اسرائیل، ع/۱

اکرم شیخ بدرل شیخ، ع/۲

محمد نعمان ضیاء الرحمٰن، ش/۳

اراکین دارالاخبار

عبدالرحمٰن محمد ایوب، ش/۲

عثمان ابواویس، ع/۲

مشکور عالم محمد مرتضیٰ، ع ۱؍
عبدالرحمٰن محمود علی، ع ۱؍
حمد گلزار محمد مہتاب، ش ۲؍
رحمت اللہ عبداللہ، ش ۳؍
مسعود عالم محمد اسماعیل، ش ۳؍
محفوظ عالم محمد منصور، ش ۳؍

جامعہ کے دفتر نظامت میں ایک اہم میٹنگ:

19 مئی 2023م بروز جمعہ محترم ناظم اعلیٰ فضیلۃ الشیخ عبداللہ سعود صاحب سلفی حفظہ اللہ وتولاہ کی طلب پر دفتر نظامت میں تعلیم سے متعلق ایک اہم میٹنگ ہوئی۔جس میں ذمہ دار اساتذہ کرام حفظہم اللہ نے شرکت کی۔اس میٹنگ میں جامعہ کے تعلیمی معیار کو مزید مستحکم وبلند کرنے کے درج ذیل امور طے پائے:

(۱) شہر بنارس کے ڈی ایم کے حکم کے مطابق درجہ آٹھ (متوسطہ ثالثہ) تک کی تعلیم بند کی جائے گی اور ان کلاسوں کی تعلیم سے متعلق اساتذۂ کرام کے ساتھ ایک میٹنگ کی جائے گی،جس میں یہ طے کیا جائے گا کہ ہاسٹل اور گھروں میں رہتے ہوئے ان کلاسوں کے طلبہ کو کیسے پڑھایا جائے گا؟

(۲) 21 مئی، بروز اتوار درجہ آٹھ (متوسطہ ثالثہ) تک کی کلاسس بند رہیں گی،اور شعبہ حفظ کی تعلیم ساڑھے چھ بجے سے ساڑھے نو بجے تک ہی ہوگی۔

(۳) جو طلبہ جن مادوں میں کمزور ہیں ان کو کلاس کے علاوہ خارجی اوقات میں پڑھایا جائے،اس کے لیے مادوں،طلبہ اور پڑھانے کے لیے اساتذۂ کرام کی فہرست بنائی جائے۔

(۴) تمام کلاس روم میں ایک طرح کے ٹیبل وکرسی کا انتظام کیا جائے۔

(۵) دارالحدیث کے قدیم پنکھوں کو بدلا جائے۔

(۶) قاعۃ المحاضرات میں ہر پندرہ دن پر تمام طلبہ کو اساتذہ کرام کے اشراف میں سعودی مشائخ کے عربی دروس سنائے جائیں۔اس کے لیے فصل اول تک کا پروگرام بنایا جائے،اس میں ہاسٹل میں مقیم تمام طلبہ کی حاضری لازمی ہوگی اور مقامی طلبہ کی حاضری اختیاری ہوگی،اس پروگرام کے مشرفین موضوع کے حساب سے مقرر کئے جائیں۔

جس پروگرام کے جو مشرف ہوں گے وہ مقررہ موضوع سے متعلق طلبہ کے سوالات کے جواب دینے کے مکلّف ہوں گے،نیز مشرف کی طرف سے موضوع سے متعلق طلبہ کے لئے سوالات ہوں گے،اور جواب دینے والے طلبہ کو تشجیعی انعامات دیئے جائیں گے۔ مٹینگ میں راقم الحروف (ابو صالح دل محمد سلفی) کے علاوہ درج ذیل اساتذہ کرام حفظہم اللہ شریک تھے۔

شیخ عبدالکبیر صاحب مدنی،دکتور عبدالصبور مدنی،دکتور عبدالحلیم مدنی،مفتی نورالھدیٰ صاحب سلفی،شیخ محمد ایوب صاحب سلفی،شیخ خورشید عالم مدنی۔

محترم ناظم اعلیٰ صاحب حفظہ اللہ کی اراکین ندوۃ الطلبہ کے ساتھ خصوصی میٹنگ

محترم ناظم اعلیٰ فضیلۃ الشیخ عبداللہ سعود سلفی صاحب کا معمول رہا ہے کہ وہ گاہے بہ گاہے طلبۂ جامعہ سے ملاقات کرتے ہیں اور تعلیم وتربیت اور مطبخ کے خوردونوش وغیرہ

سے متعلق گفت وشنید کرتے ہیں اور طلبہ کو کھل کر اپنی بات رکھنے کی اجازت عام دیتے ہیں تا کہ طلبہ اپنی پریشانیوں کو بتا سکیں اور ان کا حل نکالا جا سکے۔اسی سلسلہ کی ایک مجلس کا انعقاد ۲۲؍مئی ۲۰۲۳ء بروز سوموار بمقام ’’غرفۃ الاساتذۃ‘‘ بعد نماز مغرب عمل میں آیا جس میں ندوۃ الطلبہ کے تمام جدید اراکین نے شرکت کی۔تفصیل حسب ذیل ہے:

سب سے پہلے انجمن ندوۃ الطلبہ کے صدر فیضان احمد بن انسان علی (کلیۃ الدعوۃ سال سوم) نے طلبہ کی نمائندگی کرتے ہوئے اپنی باتیں رکھیں اور ’’ندوۃ الطلبہ‘‘ کے اراکین کے انتخاب جدید اور اس کے دیگر نشاطات کا ذکر کیا اور دیگر کئی ایک باتیں بیان کیں۔محترم ناظم اعلیٰ صاحب حفظہ اللہ نے طلبہ کی باتوں کو غور سے سنا اور قیمتی نصیحتیں فرمائیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

- اپنے دلوں میں تقویٰ پیدا کریں، کیونکہ تقویٰ کے بڑے بڑے فائدے ہیں۔تقویٰ کا ایک فائدہ یہ ہے کہ وہ ذمہ داریوں کو ادا کرنے میں ممد ومعاون ثابت ہوتا ہے لہٰذا اپنے دلوں میں تقویٰ پیدا کریں تا کہ ندوۃ الطلبہ سے متعلق اور حصول علم سے متعلق آپ اپنی ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی انجام دے سکیں۔

- آپ حضرات ملک کے مختلف علاقوں سے تشریف لائے ہیں۔ جامعہ آنے کا مقصد دینی تعلیم وتربیت سے مزین ہونا ہے۔آپ سب مل جل کر کے الفت ومحبت اور اتفاق واتحاد کے ساتھ جامعہ میں رہیں اور باہم ایک دوسرے سے استفادہ کریں۔اپنے تمام تر اوقات کو اپنے مقصد کے حصول میں لگائیں۔بے فائدہ اور غلط کاموں میں اپنے اوقات کو قطعاً ضائع نہ کریں۔

- تعلیم وتعلم میں مکتبہ کا کردار بڑا اہم ہوتا ہے۔مکتبہ کی اہمیت وافادیت ہمیشہ مسلم رہی ہے لہٰذا آپ طلبہ کو مکتبہ سے اپنا رشتہ مضبوط رکھنا چاہئے۔ مکتبہ سے کتابیں ایشو کروا کر خوب استفادہ کیجئے، اسی طرح جرائد ومجلّات کا بھی خوب مطالعہ کیجئے اور اپنے علم میں اضافہ کیجئے۔

عزیز طلبہ! زبان وقلم کو نکھارنے اور خوابیدہ صلاحیتوں کو بیدار کرنے کے لئے ’’برنامج إتقان لتنمية المهارات العلمية والثقافية‘‘ بہت ہی اہم شعبہ ہے۔ آپ حضرات اس شعبہ سے مزید دلچسپی لیں اور اس برنامج کے تحت منعقد ہونے والے علمی پروگراموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور علمی اعتبار سے اپنی زبان وقلم کو مضبوط کریں۔ان شاء اللہ یہ آپ کے حق میں اور قوم وملت کے حق میں بڑا مفید ہوگا۔

- دور حاضر کے جدید ٹیکنالوجی سے استفادہ کرنا چاہئے۔ میں ڈیجیٹل کلاسز شروع کرنے جا رہا ہوں۔ان شاء اللہ ہفتہ میں ایک دن عربی مشائخ جامعہ کے طلبہ کو آن لائن پڑھائیں گے۔اس کے لئے عرب مشائخ سے میری بات چیت ہو چکی ہے وہ اس کے لئے تیار ہیں۔ان شاء اللہ یہ اقدام جامعہ کے تعلیمی معیار کو بلند کرنے میں مفید وسودمند ثابت ہوگا۔

- تمام طلبہ کو چاہئے کہ وہ اپنے آپ کو اسلامی اخلاق سے مزین کریں، اپنے اندر سے اخلاقی خرابیوں کو دور کریں، وضع قطع اور لباس وغیرہ میں دین اسلام کا نمائندہ بنیں اور جامعہ کے ماحول کو بہتر سے بہتر بنائیں۔

ندوۃ الطلبہ کا افتتاحی پروگرام:

مورخہ ۲۵؍مئی ۲۰۲۳ء بروز جمعرات صبح نو بجے ''قاعۃ المحاضرات'' میں زیر صدارت محترم ناظم اعلیٰ فضیلۃ الشیخ عبد اللہ سعود سلفی حفظہ اللہ وتولاہ ''ندوۃ الطلبہ'' کا افتتاحی پروگرام منعقد ہوا۔ تفصیل حسب ذیل ہے:

پروگرام کا آغاز امین الاسلام (عالم ثانی) کی تلاوت قرآن سے ہوا۔ اس کے بعد مجیب اللہ بیت اللہ (عالم ثانی) نے نعت نبی اور اسامہ خالد اور ان کے رفقاء نے ترانۂ جامعہ بہترین آواز وانداز میں پڑھا۔ پھر معاذ احمد عبدالماجد (کلیۃ الشریعہ سال دوم) نے ''ندوۃ الطلبہ'' کا مفصل تعارف پیش کیا۔ اس کے بعد ابراہیم شاہ بندری بن فہیم شاہ بندری (کلیۃ الشریعہ سال اول) نے عربی تقریر بعنوان ''مکانۃ العلماء'' اور ابوبکر محمد فخر الدین (عالم ثانی) نے اردو تقریر بعنوان ''اتحاد امت وقت کی ضرورت'' اور مجاہد الاسلام منصور علی (کلیۃ الشریعہ سال سوم) نے ہندی تقریر اور شاہنواز عالم مختار عالم (کلیۃ الحدیث سال سوم) نے انگریزی تقریر بعنوان "Islam and Brotherhood" جامع ومدلل اور خطیبانہ اسلوب میں پیش کی۔ پھر اخیر میں محترم ناظم اعلیٰ فضیلۃ الشیخ عبد اللہ سعود سلفی نے صدارتی خطاب پیش فرمایا۔

محترم ناظم اعلیٰ صاحب حفظہ اللہ نے اپنے صدارتی خطاب میں اللہ تعالیٰ کا فرمان: يا أيها الذين آمنوا ادخلوا في السلم كافة ولا تتبعوا خطوات الشيطان إنه لكم عدو مبين (البقرۃ:۲۰۸) کی تلاوت کی اور اس کا ترجمہ ومختصر سی تفسیر کی روشنی میں طلبہ جامعہ کی حوصلہ افزائی اور نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: مختلف زبانوں میں طلبۂ عزیز کی تقریروں کو سن کر بڑی مسرت ہوئی، تعلیمی معیار نیز طلبہ کے رجحان کا علم ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے طلبہ کو مزید محنت کرنے اور زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور انہیں قوم وملت اور سماج ومعاشرہ کے لئے مفید بنائے۔

عزیز طلبہ! جس اہم فریضہ اور عظیم الشان مقصد کے تحت والدین اور سرپرستوں نے آپ کو جامعہ بھیجا ہے وہ ہے تعلیم لہٰذا آپ پورے انہماک سے پڑھیں، دلجمعی سے تعلیم حاصل کریں اور کلاس کی پابندی کریں اور پڑھائی کے معاملے میں کوئی کوتاہی نہ کریں۔ جس طرح اساتذہ کرام پوری تیاری سے پڑھانے کے لئے کلاس میں آتے ہیں اسی طرح آپ بھی اسباق کا مطالعہ کرکے پوری تیاری سے کلاس میں آئیں۔ آپ کو اس کا بڑا فائدہ ہوگا۔ ان شاء اللہ

عزیز طلبہ! آپ جانتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنے گھر کی صفائی خود کرتے تھے۔ آپ وارثین انبیاء ہیں لہٰذا آپ بھی جامعہ کو صاف رکھیں اور اس طرح سے جامعہ کا تعاون کریں، کلاس رومس کی صفائی کا بھی پورا خیال رکھیں۔ صفائی ستھرائی مسلمانوں کی شان وپہچان ہے۔ اسلام ہمیں پاکی وصفائی کی تاکید کرتا ہے، ہمیں پوری امید ہے کہ جامعہ کو صاف ستھرا رکھنے میں آپ ہمارا تعاون کریں گے۔

میں نے ایک سے زائد مرتبہ دیکھا ہے کہ طلبہ کلاس میں تھے اور ہاسٹل میں پنکھے چل رہے تھے، یہ اچھی بات نہیں ہے۔ آپ جب کلاس میں جائیں یا نماز کے لئے مسجد جائیں یا کھیل کے لئے میدان میں جائیں یا کسی کام سے

باہر جائیں تو اپنے کمروں کی لائٹس، پنکھے بند کر کے جائیں۔ یہ آپ کا دینی و اخلاقی فریضہ ہے، اس میں کوتاہی وسستی کی صورت میں عنداللہ مواخذہ ہوگا۔

اسی طرح میں نے طلبہ کو عصر بعد جامعہ کے میدان میں کھیلتے ہوئے دیکھا، طلبہ کھیل تو رہے تھے لیکن غیر منظم کھیل رہے تھے۔ آپ کھیلئے ضرور لیکن منظم طور پر کھیلئے تب جا کر کھیل کا صحیح فائدہ آپ کو حاصل ہوگا۔ آپ نے جامعہ میں فیس جمع کی ہے، کھیل کے لئے روپیہ کی ضرورت ہو تو جامعہ سے روپئے لیں اور منظم طور پر کھیلیں۔

جامعہ کے ضابطہ کے مطابق کلاس میں، سکن میں اور نماز میں حاضری لی جاتی ہے۔ یہ سب تعلیمی وتربیتی اعتبار سے آپ کو معیاری ومضبوط بنانے کے لئے ہوتا ہے، کوتاہی کی صورت میں تادیبی کارروائی کی جاتی ہے نیز جرمانہ لیا جاتا ہے۔ مقصد پیسے جمع کرنا نہیں ہے بلکہ آپ کی اصلاح وتربیت ہے۔

عزیز طلبہ! آپ مکمل طور پر مسلمان بننے کی کوشش کریں، شیطان کے ہتھکنڈوں اور گمراہیوں سے بچیں۔ غیبت، چغل خوری، جھوٹ وکذب بیانی اور گناہوں کے کاموں سے بچیں۔ فرض نمازوں کی پابندی اور سنن ونوافل اور دیگر نیک اعمال کا اہتمام کریں۔ ان شاء اللہ دنیوی واخروی ہر اعتبار سے آپ کامیاب رہیں گے۔ اللہ تعالی ہم سب کو ایک اور نیک بنائے اور کامل ومکمل مومن ومسلمان بن کر زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

عشرۂ ذی الحجہ کی فضیلت

عن ابن عباس رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ: ما من أيام العمل الصالح فيها أحب إلى الله من هذه الأيام يعني أيام العشر، قالوا: يا رسول الله ولا الجهاد في سبيل الله إلا رجل خرج بنفسه وماله فلم يرجع من ذلك بشيء. (رواه البخاري)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ذوالحجہ کے ابتدائی دس دنوں کے مقابلے میں دوسرے کوئی ایام ایسے نہیں جن میں نیک عمل اللہ کو ان دنوں سے زیادہ محبوب ہو۔ صحابہ کے عرض کیا یا رسول اللہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا بھی نہیں سوائے اس مجاہد کے جس اپنی جان اور مال لے کر جہاد کے لئے نکلا اور پھر کسی چیز کے ساتھ واپس نہیں آیا یعنی شہید ہوگیا۔

باب الفتاویٰ

سوال-۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:

میت کی جانب سے قربانی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کس طرح صرف مردوں کی جانب سے یا زندہ کو بھی شریک کرنا ہوگا اور یہ بھی واضح کریں کہ قربانی کا گوشت کس طرح استعمال ہوگا، کیا اس کے استعمال کی صورت بھی وہی ہوگی جو صورت صرف زندہ کے نام قربانی کرنے کے بعد ہوتی ہے۔ جلد از جلد اس کا جواب دے کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

الجواب بعون اللہ الوہاب وھو الموفق للصواب.

جواب: اس بات پر تمام علمائے امت کا اجماع واتفاق ہے کہ عبادت مالیہ کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ اس پر بہت سی احادیث صحیحہ دلالت کرتی ہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری وصحیح مسلم دونوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اکرم ﷺ سے کہا کہ میری ماں یکا یک مرگئی اور میرا گمان ہے کہ اگر وہ بات کرتی تو وہ ضرور صدقہ کرتی۔ سو اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اس کا ثواب ان کو پہنچے گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔

(بخاری:۱۳۸۸، مسلم:۱۰۰۴)

اس حدیث صحیح سے صاف اور واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ صدقہ مالیہ کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ اور قربانی بھی صدقہ مالیہ ہی ہے لہٰذا میت کی طرف سے قربانی کرنا جائز ہے کیونکہ قربانی بھی صدقہ کی ایک قسم ہے۔ جو میت کے لئے نفع بخش ثابت ہوتی ہے۔

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ مجموع الفتاوی میں رقمطراز ہیں: ''وتجوز الأضحية عن الميت كما يجوز الحج عنه والصدقة عنه'' (فتاوی ابن تیمیہ ۳۰۶/۲۶) یعنی میت کی طرف سے قربانی کرنا جائز ہے جس طرح کہ حج اور صدقہ اس کی طرف سے جائز ہے۔

شیخ الحدیث علامہ عبید اللہ رحمانی مبارک پوری رحمہ اللہ اپنی کتاب ''مرعاۃ'' میں تمام روایتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے لکھتے ہیں: ''أن قول من رخص في التضحية مطابق للأدلة، ولا دليل لمن يمنعها، وقد ثبت أنه ﷺ كان يضحي بكبشين أحدهما عن نفسه وأهل بيته والآخر عن أمته ممن شهد له بالتوحيد وشهد له البلاغ، ومعلوم أن كثيرا من أمته قد كانوا ماتوا في عهده ﷺ فدخل في أضحيته ﷺ الأحياء والأموات كلهم.'' (مرعاۃ المفاتیح بشرح مشکاۃ المصابیح:۵۲/۲-۵۴)

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ جن لوگوں نے میت کی طرف سے قربانی کرنے کے جواز کا فتویٰ دیا ہے وہ دلائل کے موافق ہے اور جن لوگوں نے منع کیا ہے ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے اور حدیثوں سے ثابت ہے کہ رسول اکرم ﷺ دو دنبے کی قربانی کرتے تھے، ایک اپنے اور اپنے اہل وعیال کی جانب سے اور دوسرا ان لوگوں کی طرف سے جنہوں نے توحید اور رسالت کا اقرار کیا۔ اور یہ بات بھی مسلم ہے کہ بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ ﷺ کی زندگی میں وفات پا چکے تھے لہٰذا میت کی طرف سے قربانی کرنا مطلقاً جائز اور درست ہے۔

آپ کے دوسرے شق کا جواب یہ ہے کہ اس میں دونوں صورتیں جائز ہیں۔ ایک صورت اینکہ پہلے اپنی طرف سے قربانی کریں، پھر اگر استطاعت ہو تو مردے کی طرف سے کریں۔ دوسری صورت اینکہ ایک قربانی اپنی اور بعض مردہ آدمیوں کی طرف سے کریں۔ دونوں صورتیں جائز ہیں۔

(اس کی تفصیل ''غنیۃ الالمعی''، علامہ شمس الحق عظیم آبادی کی کتاب میں دیکھی جاسکتی ہے۔)

میت کی طرف سے قربانی کئے ہوئے جانور کے گوشت کے طریقۂ استعمال کے متعلق صاحب مرعاۃ لکھتے ہیں: ''فإذا أضحى الرجل عن نفسه وعن بعض أمواته أو عن نفسه وعن أهله وعن بعض أمواته فيجوز أن يأكل هو وأهله من تلك الأضحية، وليس عليه أن يتصدق بها كلها، نعم إن تخص الأضحية للأموات من دون شركة الأحياء فيها فهي حق للمساكين من دون شركة الأحياء فيها فهي حق للمساكين كما قال عبد الله بن المبارك الخ'' (مرعاۃ:۲/۹۴)

اگر کوئی شخص ایک ہی جانور اپنی اور بعض میت کی طرف سے قربانی کرے یا اپنی اور اپنے گھر والے اور بعض مردوں کی طرف سے قربانی کرے تو ایسی صورت میں اس کا گوشت خود کھانے اور اپنے گھر والوں کو کھلانے میں کوئی اعتراض نہیں۔ ہاں اگر زندوں کو شریک کئے بغیر خاص میت کے لئے قربانی کرے تو اس کو صدقہ وخیرات کردے کیونکہ یہ مساکین کا حق ہے۔ نیز یہ بھی واضح رہے کہ خاص مردوں کے لئے کی ہوئی قربانی کا گوشت احتیاطا اگر قربانی کرنے والے اور مستطیع لوگ نہ کھائیں تو بہتر ہے، لیکن کھا بھی سکتے ہیں مگر کھانا احتیاط کے خلاف ہے۔

(تفصیل کے لئے عون المعبود: ۷/ ۴۸۷، تحفۃ الاحوذی: ۲/۳۵۴)

سوال-۲: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

ایک گائے میں کتنے آدمی شریک ہو سکتے ہیں؟ کیا ایک گائے میں سات آدمیوں کا شریک ہونا یا سات حصے کرنا ضروری ہے یا پھر ایک گائے کا گوشت تین یا چار آدمی مل کر برابر تقسیم کرلیں گے۔ کیونکہ بعض علاقے میں تین یا چار آدمی مل کر قربانی کا جانور خریدتے ہیں اور برابر کرکے گوشت تقسیم کرلیتے ہیں۔

مفصل ومدلل جواب دے کر عنداللہ ماجور وعندالناس مشکور ہوں۔

الجواب بعون الله الوهاب وهو الموفق للصواب.

جواب: جواب سے قبل درج ذیل نقطوں پر غور فرمائیں۔

پہلی بات یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے: "البقرة عن سبعة والجذور عن سبعة" یا یوں فرمایا: "البقرة عن سبعة والجذور عن سبعة في الأضاحي" (صحیح الجامع الصغیر: ۱/۵۵۸، رقم الحدیث: ۲۸۸۹، ۲۸۹۰)

یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں۔ ان احادیث کا مطلب یہ ہے کہ گائے ہو یا اونٹ سات افراد کی طرف سے کفایت کریں گے۔ اگر سات افراد سے زیادہ ہوں تو نہیں۔ ان حدیثوں سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ سات افراد یا سات حصوں کا ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ یہ محض کفایت شعاری کے لئے ہے۔ اگر سات سے کم افراد شریک ہوں تب بھی جائز ہے اسی طرح اگر سات حصے سے کم ہوں تب بھی جائز ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر ایک آدمی ایک گائے یا ایک اونٹ کی قربانی کرتا ہے تو بالاتفاق جائز ہے اور اس صورت میں حصوں کا اعتبار نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ اس کا تصور بھی نہیں ہوتا۔ یہ دونوں باتیں روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔ اس میں کسی طرح کا کوئی غموض وخفا نہیں ہے۔ اب رہ گئی یہ بات کہ اگر ایک گائے میں ایک آدمی دو حصہ لیتا ہے اور ایک آدمی تین اور تیسرا شخص دو حصہ لیتا ہے تو واضح بات ہے کہ اس میں سات حصوں کا اعتبار کیا گیا ہے اور یہ جائز ہے اور اس کے جواز میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ لیکن اگر ایک گائے میں دو آدمی برابر برابر شریک ہوتے ہیں تو ایسی صورت میں ایک آدمی کی قربانی کی طرح حصوں کا اعتبار نہیں کیا جائے گا بلکہ ایسی صورت میں دونوں نصف نصف کے حقدار ہوں گے۔ یہ بھی واضح حقیقت ہے لیکن اگر کوئی شخص ایسی صورت میں حصوں کا اعتبار کر کے یہ کہے کہ ہر دو کو ساڑھے تین ساڑھے تین حصے ملے، تین حصہ کے جواز میں تو کوئی کلام نہیں، لیکن نصف حصہ کیسے جائز ہوگا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً یہ مفروضہ ہی غلط ہے، لیکن اگر اس کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تبعا تو جائز ہے اصالۃ نہیں اور بہت سی چیزیں اصالۃ تو جائز نہیں ہوتیں لیکن تبعاً جائز ہوتی ہیں جیسا کہ کسی نے ایک بکری کی قربانی کی اور اس سے کوئی زندہ بچہ نکل آیا تو اس کی بھی قربانی کر دی جائے گی۔ اس بچہ کی قربانی تبعاً ہو رہی ہے نہ کہ اصالۃً۔

ان نقطوں کے بعد فقہاء وائمہ اکرام کے اقوال غور سے پڑھیں اور تدبر فرمائیں۔

مشہور امام، امام شافعی رحمہ اللہ اپنی مایہ ناز کتاب "الام" (۴۵۶/۵) میں رقمطراز ہیں:

ولا تجزئ عن أكثر من سبعة وإذا كانوا أقل من سبعة أجزأت عنهم وهم متطوعون بالفضل كما تجزئ الجذور عمن لزمته شاة، ويكون متطوعا بفضلها عن الشاة.

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ اپنی مشہور کتاب "المحلی" (۳۸۱/۷) میں لکھتے ہیں:

قال سفيان الثوري والأوزاعي والشافعي وأحمد و إسحاق وأبو ثور وأبو سليمان: تجزئ البقرة أو الناقة عن سبعة فأقل أجنبيين وغير أجنبيين يشتركون فيها ولا تجزئ عن أكثر.

وفي البداية في شرح الهداية (۹/ ۱۲۰، ۱۲۳) وتجوز عن خمسة أو ستة أو ثلاثة ذكره محمد في الأصل، (حيث قال: إذا ذبحت البقرة عن خمسة أو ستة أو ثلاثة فعمن دونهم أولى، أي لأن ذبح الأضحية إذا جاز عن سبعة أنفس فما دونها بالطريق الأولى) وكان فائدة التقييد بالسبعة يمنع الزيادة.

ولو كانت البدنة بين اثنين نصفين تجوز في الأصح لأنه لما جاز ثلاثة الأسباع جاز نصف السبع تبعا لأن ذلك النصف وإن لم يصر أصحية لكنه صار قربه تبعه لأضحية، وكم من شيء ثبت ضمنا قصدا وله نظائر كثيرة منها إذا ضحى شاة فخرج من بطنها جنين حي فإنه يجب عليه أن يضحيه وإن لم تجز أضحية ابتداء. (كذا في تكملة شرح فتح القدير: ۹/ ۵۲٤، ۵۲۵)

ان عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی گائے کی قربانی میں سات آدمی سے زیادہ شریک ہوں تو جائز نہیں لیکن اگر اس سے کم شریک ہوں جیسے دو تین پانچ یا چھ تو جائز ہے، کیوں کہ سات افراد یا سات حصہ کی بات یہ اکثر کے لئے ہے اقل کی کوئی حد شریعت میں متعین نہیں کی گئی ہے۔ قربانی کرنے والا اپنی حیثیت کے مطابق قربانی کرے۔

اب جواب سنئے، ایک گائے میں سات آدمی شریک ہوسکتے ہیں اس سے زائد نہیں۔ سات آدمی کا شریک ہونا یا سات حصہ لگانا ضروری نہیں۔ یہ اکثر تعداد کے لئے ہے۔ اقل کی حد مکلّف پر چھوڑ دی گئی ہے۔ جتنے لوگوں نے مل کر قربانی کی ہے سب برابر گوشت تقسیم کرلیں۔ تقسیم لحم کا مسئلہ اہمیت کا حامل نہیں۔ تین یا چار اس سے کم دو آدمیوں نے مل کر قربانی کی ہو تو اسی اعتبار سے گوشت تقسیم کریں۔ اس میں کوئی مضائقہ وقباحت نہیں، جیسا کہ اوپر کی تفصیل سے معلوم ہوا۔

هذا ما عندى والله اعلم بالصواب

ابوعفان نورالہدیٰ عین الحق سلفی

☆☆

یوم عرفہ کے روزہ کی فضیلت

عن أبي قتادة رضي الله عنه قال: سئل رسول الله عن صوم يوم عرفة، قال: "يكفر السنة الماضية والباقية".

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے عرفہ کے روزے کی بابت سوال کیا گیا، آپ ﷺ نے فرمایا: وہ گزشتہ اور آئندہ سال کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔

PRINTED BOOK

May & June 2023

ISSN 2394-0212

Vol.XL No.05 & 06

R.No. 40352/81

MOHADDIS

THE ISLAMIC CULTURAL & LITERARY MONTHLY MAGAZINE

Website: www.mohaddis.org

جامعه سلفیه بنارس کی جدید مطبوعات

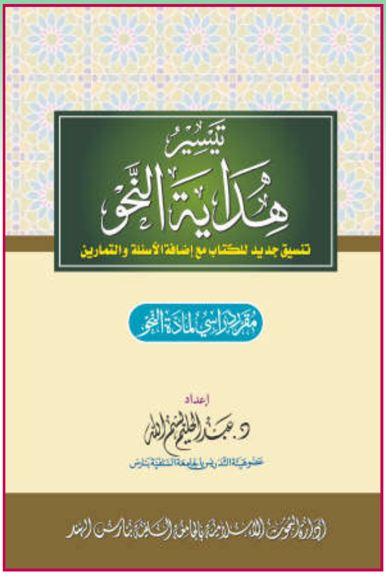

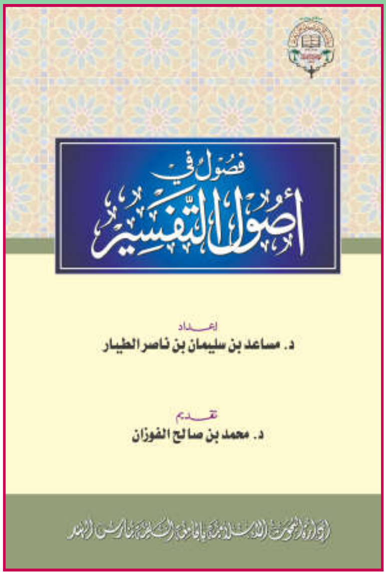

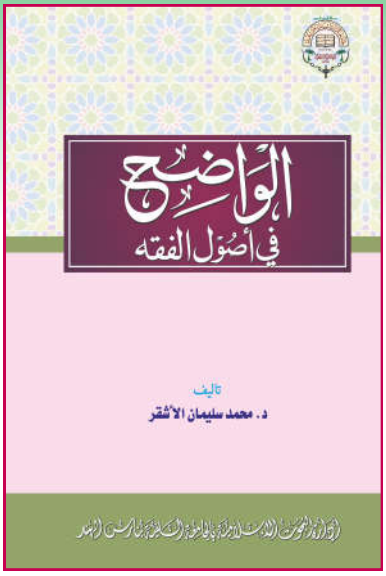

Published by: Obaidullah Nasir, on behalf of Darut-Taleef Wat-Tarjama

B.18/1-G, Reori Talab, Varanasi, Edited by: Mohammad Ayoob Salafi

Printed at Salafia Press, Varanasi.